بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَجَادِلهُم بِالَّتِی هِیَ اَحسَن (الآية)

# فتنہ

(حصہ اول)

# مماتیت کا تعاقب



افادات

حضرت مولانا الیاس علی شاہ حفظہ اللہ

مدرسہ نجم العلوم نواں کلے رستم

حق پاسبان

پیشکش

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (الآية)

فتنہ

# مماتیت کا تعاقب

از افادات


حضرت مولانا الیاس علی شاہ حفظہ اللہ

مدرسہ نجم العلوم نواں کلے رستم


پیشکش


نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

# اس رسالے میں آپ پڑھیں گے

1۔سماع الانبیاء علیھم السلام اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے
2۔کیا حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کے منکر ہیں؟
3۔کیا حیاتی بھی مماتی ہیں؟
4۔مماتی موت کا منکر!
5۔نیلوی صاحب کا انسان کون جو نہیں مرتا؟
6۔قہر جبار بر مماتی عبدالجبار
7۔اہل اشاعت کے شبہات کے جوابات
8۔مماتیوں سے دو سوالات
9۔کیا المھند میں سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ موجود نہیں؟
10۔مماتیوں کے دس سوالوں کے جوابات
11۔عام سماع اموات مختلف فیہ مسئلہ ہے!
12۔ تحقیق حدیث اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرعَ نِعالِھِم
13۔قائلین سماع موتی کافر نہیں ایک فرقہ تکفیر کرنے والوں کا بھی موجود ہے! نیلوی صاحب
13.کیا علماءِ حرمین شریفین مماتی ہیں؟

# سماع الانبیاء علیہم السلام عند القبور اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے

## مسلک علمائے دیوبند:

اکابر دیوبند کی تحقیقات کے مطابق سماع صلوۃ وسلام پر علمائے اہل سنت کا اتفاق رہا ہے۔
قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:
"انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں"۔
(فتاویٰ رشیدیہ ج1 ص100)
حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:
" روضہ مبارک پر جو درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بالاتفاق بلا واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے اور جواب دیتے ہیں"۔
( امداد الفتاویٰ ج5 ص 110)

## مسئلہ اجماعی ہونے پر چند قرائن ودلائل

1)۔۔۔مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا چیلنج:
1374 ھ تک کسی سنی عالم سے اس کا انکار منقول نہیں اور یہ اجماع امت کا واضح قرینہ ہے۔ چنانچہ مولانا سرفراز صفدرؒ منکرین کو چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریبا 1374ھ تک اہل السنۃ والجماعۃ کا کوئی فرد کسی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی روح مبارک کا جسد اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی ۔ علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی ۔ سیرت کی ہو یا تاریخ کی کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے"۔

(تسکین الصدور ص 244)

اس چیلنج کا جواب میں شھاب الدین خالدی نے چند عبارا ت کا خود ساختہ مفہوم لیکر اپنے حواریوں خوش کرنے کی کوشش کی ہے مگر ان سے صراحت کیساتھ کوئی عبارت نہیں دکھا سکے بلکہ ان کی صریح عبارتوں میں سماع کی تصریح ہے۔

2)۔۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی چار مستند فقہی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے سلسلے میں نماز سے باہر دوردراز سے خطاب کے صیغے استعمال کرنے کی ترغیب نہیں دی گئی لیکن جب یہ حضرات روضہ اقدس پر حاضری کے آداب بیان کرتے ہیں تو وہاں پر سب ہی حضرات خطاب کے صیغے( السلام علیک یا رسول اللہ وغیرھا) لکھنے لگتے ہیں۔

حوالہ جات ملاحظہ ہو

1. مغنی ابن قدامہ ج3 ص558،

2. فتح القدیر لابن ھمام ج 3 ص95،
3. نوالایضاح مع مراقی الفلاح وحاشیہ طحطاوی ص206
4. فتاوی عالمگیریہ ص265

ایسے ہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب سفر سے تشریف لاتے تو روضہ اطہر کے پاس سلام اس طرح کرتے "السلام علیك یا رسول اللہ۔ السلام علیك یا ابا بکر ،السلام علیك یا ابتاہ"۔

## حوالہ جات

1. مصنف ابن عبد الرزاق ج3 ص576،
2. ابن ابی شیبہ ج4، ص138
3. السنن الکبریٰ للبیہقی ،
4. الصارم المنکی ص116
5. قاعدہ جلیلہ ص137،56

3)۔۔۔ ایسے ہی فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلام پہچانے کا کہا ہو تو صلاۃ وسلام پیش کرنے بعد اس کا سلام اس کا نام بارگاہ رسالت میں پیش کرے۔

## حوالہ جات

1. وفاء الوفاء ج2 ص423،
2. فتح القدیر ج3 ص 95
3. فتاوی عالم گیریہ ج1 ص226،225،
4. نور الایضاح مع مراقی الفلاح وحاشیہ طحطاوی ص407

اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ بھی مدینہ منورہ جانے والوں کے ذریعے بارگاہ رسالت میں سلام بھجوایا کرتے تھے اور اس مقصد کے لئے ڈاک بھی بھیجا کرتے تھے۔
شفاء قاضی عیاض مع نسیم الریاض وشرح ملا علی قاریؒ ج3 ص16

یہ سب باتیں بلا نکیر فقہاء اپنی کتابوں میں لکھتے آرہے ہیں گویا سب حضرات سماع عند القبر النبوی کے قائل ہیں اور صلوۃ وسلام پیش کرنے اور بھیجنے میں دور ونزدیک کا فرق ملحوظ رکھتے ہیں
4)۔۔۔ استشفاع عند القبر النبوی
اجماع اہل سنت پر سب سے واضح قرینہ یہ بھی ہے کہ جمہور فقہاء ومحدثین استشفاع عند القبر کو جائز سمجھتے ہیں۔۔ جس کا اصل سلف صالحین کی تقریر سے ثابت ہے جو حضرت مالک الدار کے سند سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے۔ اور استشفاع عند القبر النبوی متفرع ہے سماع پر لہذا ان حضرات کے ہاں سماع عند القبر النبوی بے غبار ثابت ہے۔۔
5)۔۔۔ منکرین استشفاع بھی سماع کے قائل ہیں۔
حافظ ابن تیمیہ جو استشفاع کا منکر ہے اور جو اس مسلک میں آپ کے ہمنوا ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عند القبر سماع کے قائل ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل لحوم الانبیاء فاخبر انہ یسمع الصلوۃ والسلام من القریب وانہ یبلغ ذلک من البعید"۔

مناسک الحج ص84 طبع دہلی

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا گوشت کھائے پس آپ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے سنتے ہیں اور دور سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔

آپ ہی فرماتے ہیں:

فھو یرد السلام علی من یسلم علیہ عند قبرہ ویبلغ سلام من سلم علیہ من البعد"۔

مجموعۃ الفتاوی ج14 جزء27 ص14

ترجمہ:۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کے پاس سلام کریں اور سلام پہنچایا جاتا ہے اس کا جو دور سے سلام کریں۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

" وروح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرفیق اعلیٰ علیین وترد الی القبر ویرد اللہ سبحٰنہ الی القبر فترد السلام علی من سلم علیہ وتسمع کلامہ۔

(کتاب الروح305)

ترجمہ:۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ہمیشہ رفیق اعلیٰ میں رہتی ہے اور اللہ تعالی اس کو لوٹاتے ہیں قبر میں پس وہ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے اور اس کا کلام سنتی ہے۔"

علامہ ابن عبد الہادیؒ فرماتے ہیں:

"وھو یسمع السلام من القبر وتبلغہ الملائکۃ الصلوٰۃ والسلام من البعد"۔

(الصارم المنکی ص282)

ترجمہ:۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک سے سلام سنتے ہیں اور دور سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ نے ( روح المعانی ج22، ص38) پر "رد السلام المسموع" سنے ہوئے سلام کا جواب لوٹانا۔۔۔ کی تصریح کی ہے۔
قاضی شوکانی فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی بعد وفاته وانه یسر بطاعات امته وان الانبیاء لا یبلون مع ان مطلق الادراك کعلم والسماع ثابت لسائر الموتیٰ۔

نیل الاوطار ج3 ص 264

ترجمہ:۔ بے شک محققین کی جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور یہ انبیاح علیہم السلام کے اجساد بوسیدہ نہیں ہوتے حالانکہ مطلق ادراک جیسے علم وسماع تو سب مردوں کے لئے ثا بت ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوھاب اور ان کے پیروکار لکھتے ہیں:

والذی نعتقد ان رتبة نبیا صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانه حی فی قبرہ حیوۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشھداء المنصوص من یسلم علیھا فی التنزیل اذھو افضل منھم بلا ریب وانه یسمع من یسلم علیه۔ الدرر السنیة فی الاجوبة النجدیة ۔

اتحاف النبلاء ص415

ترجمہ:۔ جس چیز کا ہم اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کا درجہ مطلقاً ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے اور آپ اپنی قبر مبارک میں حیات دائمی سے متصف ہیں۔ جو شہداء کی حیات سے اعلیٰ وارفع ہے جس کا ثبوت قرآن

کریم سے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا شہداء سے افضل ہیں اور جو شخص آپ پر (عند القبر) سلام کہتا ہے آپ سنتے ہیں۔

گویا 1374 ہجری سے پہلے علامہ ابن تیمیہ سمیت جمہور فقہاء ومحدثین کا سماع عند القبر النبوی پر اجماع رہا ہے اور ان سے پہلے کسی سے صریح انکار یا اختلاف منقول نہیں

## اس اجماع کی فقہی حیثیت

صاحب نو الانوار فرماتے ہیں:

ثم اجماع من بعدھم ای بعد الصحابۃ من اھل کل عصر علی کل حکم لم یظھر فیہ خلاف من سبقھم من الصحابۃ فھو منزلۃ الخبر المشھور یفید الطمانینۃ دون الیقین

نور الانوار مبحث الاجماع ،ص222،، 223

ترجمہ:۔ صحابہ کے بعد ہر عصر کے لوگوں کا کسی حکم پر اجماع ہونا جس میں پہلے لوگوں یعنی صحابہ سے خلاف ظاہر نہ ہوا ہو۔ یہ بمنزلہ خبر مشہور کے ہوتا ہے جو طمانیت کا فائدہ دیتی ہے۔

اس مسئلہ کی پوزیشن بھی ایسی ہے کہ صحابہ سے سماع عند القبر النبوی میں خلاف ظاہر نہیں اور بعد کے فقہاء ومحدثین 1374ھ تک متفق آرہے ہیں۔۔ اور یہ بمنزلہ خبر مشہور کے ہے۔

## خبر مشہور کا حکم

لایکفر جاحدہ بل یضلل علی الاصح

نورالانوار ص177

ترجمہ:۔ اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ صحیح قول کے مطابق گمراہ قرار دیا جائے گا۔

# کیا حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کے منکر ہیں؟

سوال:۔ میں نے ڈاکٹر منظور مینگل صاحب کا ایک کلپ سنا ہے جس میں وہ قاسم نانوتوی کے متعلق کہتے ہیں کہ نانوتوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر موت آنے کے قائل نہیں اور کہتا ہے کہ یہ قاسم نانوتوی کا تفرد ہے کیا مولانا منظور مینگل یہ بیان درست ہے؟

جواب:۔ ڈاکٹر منظور مینگل صاحب کی یہ بات درست نہیں بلکہ خلافِ واقع ہے۔
اصل میں یہ مماتیوں کا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالی کے خلاف پھیلایا ہوا جھوٹ ہے۔
ممکن ہے ان کی جھوٹی باتوں سے ڈاکٹر صاحب متاثر ہوا ہو ورنہ ڈاکٹر صاحب خود ایک جید ملاؔ ہے اگر وہ نانوتوی کی کتب دیکھ لیتے تو ایسی بات نہ کہہ ڈالتے۔
قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالی کا مسلک تو خود ان کی کتابوں سے واضح ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وقوعِ موت کے اعتقاد کو ضروری مانتا ہے ہاں نبی اور غیر نبی کے موت کی کیفیت میں فرق کے قائل ہیں۔
چنانچہ آپ آب حیات میں رقم طراز ہے:
"بالجملہ موت انبیاء علیہم السلام اور موت عوام میں زمین وآسمان کا فرق ہے ۔ وہان استتارِ حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے"۔(آبِ حیات ص198)
آگے فرماتے ہیں:
"بالجملہ جیسے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات مومنین میں فرق ہے ـــــــــــ ایسے ہی موت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور موت مؤمنین میں بھی

فرق ہے"۔۔( آبِ حیات ص199)

یہاں قاسم نانوتوی رح صراحت کیساتھ انبیاء علیھم السلام کے لئے موت کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔۔

اسی طرح آپ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"پر حسب ہدایۃ (كل نفس ذائقة الموت) اور(انك ميت وانهم ميتون) تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص کر سرور انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے"۔( لطائف قاسمی ص4)

اس عبارت میں قاسم نانوتوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت موت کے اعتقاد کو ضروری قرار دیا ہے۔ البتہ موت کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور میں جانتا ہوں ان شاءاللہ تعالیٰ ایسا ہی رہے گا مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں نہ منکروں سے دست گریبان ہوتا ہوں خود کسی سے کہتا نہیں پھرتا کوئی پوچھتا ہے اور اندیشہ فساد نہیں ہوتا تو اظہار میں دریغ نہیں کرتا آپ اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے"۔( لطائف قاسمی ص 5)

قاسم نانوتوی رح نے اپنے رسائل میں موت نبی اور موت غیر نبی کے فرق کو جس طرح تفصیل کیساتھ بیان فرمایا ہے یہ ان کا تفرد ہوسکتا ہے مگر آپ سے پہلے دیگر علماء نے بھی فرق کو مانا ہیں مطلق فرق کرنے کو آپ کا تفرد نہیں کہا جاسکتا۔

چناچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"قلت وقد قدمنا ان الانبياء لا يموتون كسائر الاحياء بل ينتقلون من دار الفناء الى دار البقاء وقد ورد به الاحاديث والانبياء وانهم احياء فى قبورهم"

(مرقاة۔ ج10ص553)

ترجمہ: ہم نے پہلے یہ بات بیان کردی ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر موت عام لوگوں کی طرح واقع نہیں ہوتی بلکہ دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کر جاتے ہیں جیسا حدیثوں میں آیا ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔۔
اسی طرح امام ابن قیم رح امام قرطبی کے شیخ احمد بن عمر رحمھما اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم، وان کانوا موجودین احیاءً۔ وذٰلك کالحال فی الملائکۃ، فانھم احیاء موجودون، ولا نراھم"۔ (الروح لابن قیم ص102)، (والنقل عن التذکرۃ ج1، 459۔۔۔461)

ترجمہ: یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء کی موت تو صرف اس بات کی طرف لوٹتی ہے کہ وہ ہم سے غائب ہوگئے اس طور پر کہ ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہے اور یہ ایسا ہے جیسا حال فرشتوں کا ہے کہ وہ تو زندہ موجود ہیں اور ہم انہیں نہیں دیکھتے

سوال:۔ آپ نے اوپر لکھا کہ نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موت کا منکر نہیں صرف کیفیت الگ بیان کرتا ہے برائے مہربانی موت کی حقیقت اور کیفیت کیا ہے؟؟ اور نانوتوی رحمہ اللہ کا مسلک کیا ہے؟

جواب:۔ جب روح کا جسد کیساتھ تدبیر والا تعلق اور تکلیف والا تعلق ختم ہوجائے تو موت کا تحقق ہوجاتا ہے۔ تعلقِ احساس موت کے بعد بھی برقرار رہتا ہے۔ صرف روح کے موجودہ تعلق احساس کے متعلقات *باسم المفعول* تبدیل ہوجاتے ہیں۔ اب توجہ زیادہ تر برزخ کی طرف ہوتا ہے۔۔۔
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیتا جاگتا انسان (بالغ عاقل)،
1)۔۔ شرعی احکام کا مکلف بھی ہے

2)۔۔ اس کا روح بدن کی تدبیر میں مشغول بھی ہے
3)۔۔۔ اور ساتھ بدن میں ادراک وشعور بھی ہے۔
انسان جب سوتا ہے تو حالت نوم میں تکلیف والا تعلق منقطع ہوجاتا ہے اب وہ شرعی احکام کا مکلف نہیں رہا اور نہ اس کے کسی قول فعل کا کوئی اعتبار ہوتا ہے
مگرروح برابر بدن کی تدبیر میں مصروف ہے جس سے نبض چلتی ہے، دل دھڑکتا ہے ، کھانا ہضم ہوتا ہے سانس چلتی ہے۔
اور ساتھ بدن میں ادراک وشعور بھی ہے۔۔ سوتا آدمی کوخواب میں پیش آنے والی حالات کا احساس ہوتا ہے۔ اور آواز سن کر بیدار بھی ہوتا ہے۔۔۔ روح کے موجودہ تعلق احساس کے متعلقات *باسم المفعول* تبدیل ہوجاتے ہیں اور توجہ زیادہ ترعالم خواب کی طرف ہوتا ہے۔
اور انسان پر جب موت آتی ہے تو موت سے تکلیف والا تعلق ختم ہوجاتا ہے وہ احکام کا مکلف نہیں رہتا اور ساتھ روح کا بدن کیساتھ تدبیر والا تعلق بھی ختم ہوجاتا ہے۔۔ ہاں ادراک وشعور کا والا تعلق باقی رہتا ہے۔ روح کے موجودہ تعلق احساس کے متعلقات *باسم المفعول* تبدیل ہوجاتے ہیں اور برزخ کی طرف توجہ زیادہ ہوجاتا ہے۔۔۔
ہاں جمہور کے مطابق انبیاء علیھم السلام اور غیر انبیاء سب میں تحقیقِ موت کے لئے کیفیت یہ ہوتی ہے کہ روح کا اخراج ہوتا ہے۔۔ جس سے روح کا تعلق تدبیر اور تعلق تکلیف ختم ہوجاتے ہیں۔
جبکہ بعض اکابر کے عارفانہ تحقیق یہ ہے کہ انبیاء میں تحقیقِ موت کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بلکہ بلکہ روح سمٹ کر قلب میں مرکوز ہوجاتا ہے۔ جس سے جسد کیساتھ روح کا تعلق تدبیر اور تعلق تکلیف ختم ہوجاتےہیں اور دل بھی بظاہر ساکت ہوجاتا ہے۔

نوٹ:۔ مماتی موت کے بعد ادراک وشعور والے تعلق بھی نہیں مانتے۔

حضرت شاہ عبد العزیز ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:
سوال۔ انسان را بعد موت ادراک وشعور باقی میماند وزائرانِ خودرا مے شنود یا نے؟
جواب۔ انسان را بعد موت ادراک باقی میماند براین معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارند
الی ان قال
بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نہ باشد الحاد بودن او شبہ نیست۔۔۔۔
(فتاوی عزیزی ج1ص88)
سوال:۔ کیا انسان کا مرنے کے بعد ادارک وشعور باقی رہتا ہے اور وہ اپنے زیارت کرنے والوں کو پہچانتا ہے اور ان کے سلام وکلام سنتا ہے یا نہیں؟
جواب:۔ انسان کا مرنے کے بعد ادراک وشعور باقی رہتا ہے اس مقصد پر شرع شریف اور قواعد فلسفہ کا اجماع ہے( پھر آگے فرمایا) خلاصہ کلام یہ ہے کہ مردوں کے شعور وادراک کا انکار اگر کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔
یاد رہے اہل السنۃ والجماعۃ موت کے بعد ایک آن کے لئے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو ادراک وشعور سے خالی نہیں مانتے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام دفن سے پہلے بھی پیش کیا گیا جبکہ حدیث سے ثابت ہے کہ یہ عرض صلاۃ جس طرح ظاہری زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا رہا اسی طرح موت کے بعد جاری ہے۔۔
قالوا یارسول اللہ!وکیف تعرض صلواتنا علیك وقد ارمت،یقولون:بلیت؟!
فقال:ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء(روہ ابو داود)
۔الیاس علی شاہ ۔
سکین نیچے ملاحظہ فرمائیں

باقی ہیں۔ اور انبیاء کو اختیار نکاح ازواج اور ورثہ کو اختیار تقسیم اموال نہیں۔

بالجملہ موت انبیاء علیہم السلام اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہاں آستر حیات زیر پردہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے اگر موت ضد حیات اور صفت وجودی ہو یا بوجہ دیگر اگر موت عدم اور ملکہ حیات ہو اور شاید یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب باری نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جدا خطاب کر کے ارشاد فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ اور سوا آپ کے اوروں کو بھی جدا ارشاد فرمایا اِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ اور مثل جملہ لاحقہ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ سب کو شامل کر کے یوں ارشاد فرمایا کہ اِنَّكُمْ مَيِّتُوْنَ،

بالجملہ جیسے حیات نبوی صلعم اور حیات مؤمنین امت میں فرق ہے۔ چنانچہ اس کے اثبات کے لئے تقریر وافی اور تحریر شافی کافی اوراق گذشتہ میں گزر چکی ہے ایسے ہی موت نبوی صلعم





اور موت مؤمنین میں بھی فرق ہے اور بوجہ فرق بین المومنین وہی فرق بین الحیاتین ہے اور اس کی بنا پر لازم ہے کہ نوم نبوی صلعم اور نوم مومنین میں فرق ہو اس لئے کہ النوم اخو الموت چنانچہ خداوند کریم نے بھی اپنے کلام پاک میں موت اور نوم دونوں کو ایک سلک میں کھینچا ہے اور ایک ذیل میں داخل کیا ہے فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا

رہے گا اس لئے شہداء کے اموال وازواج مین بھی بوجہ انفکاک تعلق مذکور اور دن کو بطور مناسب اجازت ہو گی اور یون ہی بیکار رہنے دین گے مگر ہان جیسے یہان گھاس دانہ کی طلب اور اُس سے تعلق دلی اس بات پر شاہد ہوتا ہے کہ طالب اور صاحب تعلق کے گھر پر گھوڑا وغیرہ گھاس دانہ کھانے والا کوئی جانور ہو گا ایسا ہی اموال وازواج سے تعلق اس بات پر شاہد ہو سکتا ہے کہ صاحب تعلق کو اپنے ابدان سے تعلق ہے اس تقریر مختصر سے اسقدر تو بشرط فہم وانصاف خواہ مخواہ ذہن مین آہی جاتا ہے کہ انبیاء کرام کو اپنے ابدان سے تعلق اُس قسم کا تعلق اب بھی ہو گا جس قسم کا پہلے تھا یہی نہین کہ جیسے وطن سے باہر اپنے وطن کو یاد کرتے اور اُس فاصلہ پر اور بستیان ہون تو اُن کی کچھ خبر نہین ہوتی ایسے ہی انبیا کی ارواح کو بھی مثل دیگر اموات اپنے ابدان سے ایک تعلق یادگاری محبت ہے مگر چونکہ اور ابدان سے محبت نہ تھی تو تعلق یادگاری ہی نہین ایسا ہی تعلق ہوتا تو احکام بھی یکسان ہوتے ہان یون کہئے تو خیر کہ خدا کے حکم محض بے وجہ لو بے حکمت ہوتے ہین مگر چونکہ آپ سے یہی امید ہے کہ خداوند علیم وحکیم کو حکیم ہی سمجھتے ہون گے اس لئے یہ بھی امید ہے کہ بدلالت حکم مذکور انبیا کو ابدان دنیا کے حساب سے زندہ سمجھینگے پر حسب ہدایہ کل

نفس ذائقۃ الموت اور انک میت وانہم میتون تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاصکر حضرت سرورانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے مگر اس صورت مین یہ اجتماع موت وحیات ایسا ہو گا جیسا وقت حرکت کشتی جانشین کشتی کا حرکت وسکون جیسے یہان سکون اصلی ہے اور حرکت عرضی ایسی ہی وہان بھی حیات اصلی اور موت عرضی ہو گی اس لئے استمرار بھی اگر تسلیم کر لیا جائے تو کچھ مخالف مطلب نہو گا کیونکہ حیات پھر بھی موجود ہے یا جیسے آب گرم مین اجتماع حرارت کے لئے برودت حرارت کے لئے دلیل کی کیا حاجت وہ خود مشہود ومحسوس ہے ہان برودت کی دلیل لیجیے اگر برودت نہوتی تو آگ کو کیونکر بجھا سکتا آگ کے بجھانے کے یہی معنی ہین کہ مادہ حرارت کو کبود یا از نیست ونابود کر دیا مگر ظاہر ہے کہ اضداد کو بجز اضداد عالم اسباب اور کسی سبب باطل او نیست ونابود نہین کر سکتی مگر یہ بھی تسلیم کرنا ضرور ہے کہ وقت موت حیات انبیاء کرام علیہم السلام اور بھی شدید ہو جائے کیونکہ جب حیات اصلی اس صورت مین کبھی قبر مین رہنا کبھی آسمان پر نظر آنا ایسا ہو گا جیسا حالت حیات سابقہ مین کبھی زمین پر رہنا کبھی بوجہ معراج آسمان پر چلا جانا زیر کرۂ

لطائف قاسمی

## مکتوب دوم در اثبات تراویح بدلائل عقلی و براہین نقلی

کمترین انام محمد قاسم نام که ہیچمدانی شعار اوست و طامات لفاظی کار او بخدمت مجموعۂ مکارم اخلاق عبد الرحیم
خان صاحب دام اخلاقہ سلام مسنون عرض کرده بعرض می پردازد که نامه نامی که بنام احقر بہ نشان
پیر عطار سال فرموده بودند از میرٹھ به نانوته و از نانوته بگنگوه و از گنگوه برامپور رسیده عز ورود در اواخر شوال
رسیده ممنونم گردانید نظر بر اهتمام سامی در امور دینیه و آنهم چندانکه در فضائل اعمال دلائل این چنین باید
بدلالت این چنین چندانکه بر خود نفرینها کرد که هنوز گرفتار هوا و هوس و هر دم بهم مسابقه کار این دم بدم می کنم
جان قدر آنجناب آفرینها خواندم و گفتم که چون در فضائل اعمال اینقدر اهتمام است و درین مساعی دیگر
اعمال عالیه از فرائض و سنن موکده چقدر ذخیرهای عمده بهم آورده باشند جزاکم الله خیر الجزاء از همانم خیال
خواهش بهم رسانم انگیخت و پاس مبارک بدل می آویخت اما بالای کاهل طبع زاد که باستماع عادات
بهتر از بعض ملازمان دریافته باشد پریشانی روزگار که هر روز از جای بجای ... و هجوم کار کار زکاری که کاری

جبريل. قيل: ومن معك؟ قال: محمَّد. قيل: وقد أرسل إليه؟ قال: نعم. قيل: مرحباً به فنعم المجيء جاء، ففُتح، فلمّا خلصتُ إذا يوسف، قال: هذا يوسف، فسلم عليه، فسلمت عليه، فردّ. ثم قال: مرحباً بالأخِ الصّالح والنبي الصّالح؛ ثم صعِد بي حتى أتى السماء الرابعة، فاستفتح، قيل: من هذا؟ قال: جبريل. قيل: ومن معك؟ قال: محمّد. قيل: وقد أرسل إليه؟ قال: نعم. قيل: مرحباً به فنعم المجيء جاء،

---

جبريل. قيل: ومن معك. قال: محمد. قيل: وقد أرسل إليه. قال: نعم. قيل: مرحباً به فنعم المجيء جاء) في تكرار هذا السؤال والجواب في كل من الأبواب إشعار بأنه بسط له الزمان وطوى له المكان واتسع له اللسان وانتشر له الشأن في ذلك الآن بعون الرحمٰن. (ففتح فلما خلصت إذا يحيى وعيسى وهما ابنا خالة.) جملة معترضة محتملة أن تكون من أصل الحديث وأن تكون مدرجة من كلام الراوي. هذا وقال ابن الملك في شرح المشارق: المرئي كان أرواح الأنبياء متشكلة بصورهم التي كانوا عليها، إلا عيسى فإنه مرئي بشخصه. وسبقه التوربشتي حيث قال: ورؤية الأنبياء في السموات وفي بيت المقدس حيث أبهم يحمل على رؤية روحانيتهم الممثلة بصورهم التي كانوا عليها، غير عيسى فإن رؤيته محتملة للأمرين أو أحدهما. قلت: وقد قدمنا أن الأنبياء لا يموتون كسائر الأحياء بل ينتقلون من دار الفناء إلى دار البقاء، وقد ورد به الأحاديث والأنبياء وأنهم أحياء في قبورهم فإنهم أفضل من الشهداء وهم أحياء عند ربهم[1]. [illegible] (وهذا عيسى) ختم به لأنه أتم في الشهو[illegible]لة، أو على حدة. (فسلمت فردا) أي ا[illegible]وله تعالى: ﴿إنما المؤمنون إخوة﴾ [[illegible] إخوة من علات وأمهاتهم شتى ودينـ[illegible] الثالثة فاستفتح. قيل: من هذا. قال[illegible] أرسل إليه. قال: نعم. قيل: مرحباً [illegible]ياء لم يحصل لهم الاستعلاء إلا بالا[illegible] مقام معلوم وحال مفهوم ولا مقدم لـ[illegible]يوسف. قال: هذا يوسف فسلم عليه [illegible]أخ الصالح والنبي الصالح. ثم صعد [illegible]ا. قال: جبريل. قيل: ومن معك. [illegible]: مرحباً به فنعم المجيء جاء) وهذا [illegible]

أحد ذكر نعـ[illegible]ورته بتفرع

---

(١) روى ابن عدي [illegible]

(٢) راجع الحديث [illegible]

النبي ﷺ أنَّ الأرضَ لا تأكلُ أجساذ الأنبياء[1]، وأنه ﷺ اجتمعَ بالأنبياء ليلة الإسراء في بيت المقدس وفي السماء، وخصوصًا بموسى[2]. وقد أخبر بأنه ما من مسلم يُسلِّم عليه إلا ردَّ الله عليه روحَه حتى يردَّ عليه السلام[3]. إلى غير ذلك مما يحصل من جملته القطعُ بأن موتَ الأنبياء إنما هو راجعٌ إلى أن غُيِّبوا عنّا بحيث لا نُدركهم، وإن كانوا موجودين أحياءً[4]. وذلك كالحال في الملائكة، فإنهم أحياءٌ موجودون، ولا نراهم.

وإذا تقرَّر أنهم أحياءٌ، فإذا نُفخ في الصور نفخة الصَّعق صعق كل من في

---

(١) أخرجه أبو داود (١٠٤٧، ١٥٣١)، والنسائي (١٣٧٤)، وابن ماجه (١٦٣٦)، والإمام أحمد (١٦١٦٢)، وابن خزيمة (١٧٣٣)، وابن حبان (٩١٠)، والحاكم (١/ ٢٧٨) من حديث أوس بن أبي أوس الثقفي رضي الله عنه.

وقال الحاكم: [illegible]

وقال ابن كثير [illegible] خزيمة، وابن حبان، والدارق[illegible]

وقد أعلَّه بعض[illegible] ـام (٧٨، ٨٣) (فالمي).

(٢) انظر حديث أن[illegible] (١[illegible])

(٣) سبق تخريجه [illegible]

(٤) هنا في (ط) تعل[illegible] ـه الله. لم يظهر كاملاً وفي آخر [illegible] ـنا إلخ. مقتضى هذا الكلام أنه[illegible] ـئكة عنّا. وهذا باطل، ونصوص[illegible] ـحمه الله ردَّ هذا القول في الكاف[illegible] هذه المسألة» وانظر الأبيات التي أشار إليها المحشي في الكافية الشافية (٢٨٤٠ ـ ٢٩٥٥).

# صحيح سنن أبي داود

للإمام الحافظ سليمان بن الأشعث السجستاني

المتوفى سنة ٢٧٥ هـ

تأليف

محمد ناصر الدين الألباني

المجلد الأول

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع
لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد
الرياض



«من جلس مجلساً ينتظر الصلاة، فهو في صلاة، حتى يصلي؟».

قال: فقلت: بلى، قال: هو ذاك.

- صحيح.

١٠٤٧ - عن أوس بن أوس، قال: قال رسول الله ﷺ:

«إن من أفضل أيامكم يوم الجمعة، فيه خلق آدم، وفيه قبض، وفيه النفخة، وفيه الصعقة، فأكثروا علي من الصلاة فيه، فإن صلاتكم معروضة علي».

قال: قالوا: يا رسول الله! وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت - يقولون: بليت؟! - فقال:

«إن الله عز وجل حرم على الأرض أجساد الأنبياء».

- صحيح.

٢٠٨ - باب الإجابة، أية ساعة هي في يوم الجمعة؟

١٠٤٨ - عن جابر بن عبد الله، عن رسول الله ﷺ، أنه قال:

«يوم الجمعة ثنتا عشرة -يريد: ساعة- ، لا يوجد مسلم يسأل الله عز وجل شيئاً، إلا آتاه الله عز وجل، فالتمسوها آخر ساعة بعد العصر».

- صحيح.

# کیا حیاتی بھی مماتی ہیں؟

سوال:۔ ایک مماتی نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ ہمیں حیات النبی کے منکر سمجھتے ہو مگر آپ لوگ بھی تو منکر ہیں کیونکہ تم لوگ بھی تو موت کا انکار نہیں کرتے جب آپ موت مانتے ہیں چاہے چند سیکنڈ کے لئے کیوں نہ ہو بہر حال تم مماتی بن گئے۔

جواب:۔

1۔۔۔ مسئلہ حیات پر علمائے دیوبند کے کتب ورسائل اور توضیحات کو ملحوظ رکھے جائے تو آسانی سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے کہ نہ مماتیوں کے ایسے اعتراضات کی کوئی بنیاد ہے نہ ہی اس عقیدے کو ڈاکٹر صاحب کے قائم کردہ پیمانے سے ماپنے کی کوئی حقیقت ہے۔۔۔

میں آپ کا توجہ دو باتوں کی طرف مبذول کرانا چاہتاہوں

پہلی بات یہ کہ سادات علمائے دیوبند کے اس خوشبو والے عقیدے کو سمجھا جائے۔

علمائے دیوبند فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا والے جسدِ اطہر کو حیات برزخی حاصل ہے۔۔۔ حیات برزخی کہہ کر وہ یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ جسد مبارک کو حاصل ہونے والی حیات ، ظاہری اور محسوس ہونے والی حیات نہیں کہ دنیا والے اس حیات کے ظاہری آثار کو محسوس کر سکے بلکہ اس کو ولکن لاتشعرون کے درجے میں رکھتے ہیں۔۔

اگر آپ المھند علی المفند اٹھاکر دیکھ لیں تو جہاں جسداحیاً کا جملہ لکھا گیا اس کے بعد لکھا گیا ہے برزخیۃلکونھافی عالم البرزخ۔۔۔ یعنی یہ جسد والی حیات عالم برزخ میں ہونے کیوجہ سے برزخی ہے۔۔۔

اس لئے یہ خیال درست نہیں کہ علمائے دیوبند، دنیا والے جسد اطہر کی ظاہری حیات کے قائل ہیں۔۔ بلکہ موت سے لیکر دفن تک اور دفن کے بعد قبر میں یہ حضرات جسد اطہر کی غیر محسوس برزخی حیات کے قائل ہیں ۔۔
مزید تفصیل کے لئے تسکین الصدرو مصنفہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا یوسف لدھیانوی کی کتاب آپ کے مسائل اور انکا حل ج10 ملاحظہ کر لیں۔۔

دوسری بات یہ کہ اس مذکورہ حیات (جو موت کے بعد مستمر رہتی ہے) کے نکتہ آغاز اور ورودِ موت کے درمیان کوئی زمانی فاصلہ بھی موجود ہے یا نہیں؟
قرآن کے قطعی نصوص اور احادیث صحیحہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ برزخ کے ابتدائی احوال تو سکرات موت کے ساتھ ہی شروع ہوجاتے ہیں۔۔۔ یعنی موت سے ابھی تک دنیا کی ظاہری حیات مکمل ختم نہیں ہو پاتی کہ برزخی زندگی کے احوال شروع ہوجاتے ہیں۔۔۔ اور برزخی احوال کا باقاعدہ سلسہ وقوع موت کے بعد جاری رہتا ہے۔ بلکہ یہ سلسلہ حسب مراتب تمام اموات کے لئے قائم رہتا ہے۔

---

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (سورہ الانفال)
ترجمہ: اور اگر دیکھے تو جس وقت جان قبض کرتے ہیں فرشتے کافروں کی مارتے ہیں انکی منہ اور ان کی کمریں اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا۔
وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ (سورۃ الانعام)
ترجمہ:۔ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم موت کے سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے( اور کہیں گے) کہ نکالو اپنی جانیں آج کی دن تمھیں

بدلہ ملے گا ذلت کے عذاب کا اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کیا کرتے تھے۔

حدثنا عبداللہ بن یوسف، حدثنا اللیث، حدثنا سعید، عن ابیہ، انہ سمع ابا سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول "اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی اعناقھم، فان کانت صالحۃ قالت قدمونی. وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یاویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیء الا الانسان، ولو سمع الانسان لصعق" رواہ البخاری فی کتاب الجنائز۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے پھر مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو اپنے لوگوں سے کہتا ہے: ہائے خرابی، مجھے کہاں لے کر جاتے ہو۔اس کی آواز ہر ایک مخلوق سنتی ہے سوائے انسان کے، اگر وہ سنے تو بے ہوش ہو جائے گا۔

---

اس لئے عرض ہے کہ ہم کو ان دلائل کیوجہ سے ایک سیکنڈ کے لئے بھی مماتی بننا گوارہ نہیں۔

از الیاس علی شاہ صاحب

سکین نیچے ملاحظہ فرمائیں

## ٥٢ ـ باب قول الميت وهو على الجنازة: قدموني

١٣١٦ ـ حدثنا عبدُ الله بنُ يوسفَ حدثنا اللَّيثُ حدثنا سعيدٌ عن أبيهِ أنه سمعَ أبا سعيدٍ الخُدريَّ رضيَ اللهُ عنه قال: كانَ النبيُّ ﷺ يقولُ: «إذا وُضِعَتِ الجنازةُ فاحتمَلَها الرِّجالُ على أعناقِهم، فإن كانت صالحةً قالت: قدِّموني، وإن كانت غيرَ صالحةٍ قالت لأهلها: يا ويلَها، أينَ يذهبونَ بها؟ يسمعُ صوتَها كلُّ شيءٍ إلا الإنسانُ، ولو سمعَ الإنسانُ لصَعِقَ».

[انظر الحديث ١٣١٤]

## ٥٣ ـ باب من صفَّ صفَّين أو ثلاثة على الجنازة خلفَ الإمام

١٣١٧ ـ حدثنا مسدَّدٌ عن أبي عَوانةَ عن قتادةَ عن عَطاءٍ عن جابرِ بنِ عبدِ اللهِ رضيَ اللهُ عنهما: «أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ صلَّى على النَّجاشيِّ، فكنتُ في الصفِّ الثاني أو الثالثِ».

[الحديث ١٣١٧ ـ أطرافه في: ١٣٢٠، ١٣٣٤، ٣٨٧٧، ٣٨٧٨، ٣٨٧٩]

## ٥٤ ـ باب الصفوف على الجنازة

١٣١٨ ـ حدثنا مسدَّدٌ حدثنا يزيدُ بنُ زُرَيعٍ حدثنا مَعمرٌ عن الزُّهريِّ عن سعيدٍ عن أبي هريرةَ رضيَ اللهُ عنهُ قال: «نعى النبيُّ ﷺ إلى أصحابهِ النَّجاشيَّ، ثم تقدَّمَ فصفُّوا خلفَهُ،

# مماتی موت کا منکر

جب ہم حیاۃ بعد المماۃ کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں تو اشاعتی فتوی لگا کر کہتے ہیں کہ یہ شرک فی الحیاۃ ہے۔
مگر خود ان کی کتاب میں صاف لکھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان زندہ رہتا ہے۔۔۔
دار برزخ میں منتقل ہونے سے انسان مرتا نہیں۔۔
اہل اشاعت(پنجپیریوں) کا محقق علامہ نیلوی لکھتا ہے:

"مرنے کے بعد بھی انسان زندہ رہتا ہے"

اور آگے لکھتا ہے:

"دار دنیا سے منتقل ہوکر دار برزخ میں پہنچ جانے سے بھی انسان نہیں مرتا"

(ندائے حق ج1 ص16،17)

# نیلوی صاحب کا انسان کون؟ "جو نہیں مرتا"

نیلوی صاحب فرماتے ہیں

"انسان مرتا نہیں"

نداء حق ج اول ص17

اگر آپ پوچھ لیں کہ انسان کیا ہے
تو جواب ملے گا کہ

"انسان بدن محسوس سے مغائر ہے"

نداء حق صفحہ 265 ج1

انسان بدن محسوس نہیں اور بدن محسوس انسان نہیں۔۔
اگر آپ پوچھ لیں تو پھر کیا روح ہی انسان ہے؟
تو جواب ملے گا

" انسان فقط روح کا نام بھی نہیں ہے روح اور جسم کا مجموعہ کو کہتے ہیں"

نداء حق صفحہ265 ج1

اگر پوچھ لیں کہ روح وجسم کا مجموعہ میں جسم سے کیا مراد ہے؟
تو جواب ملے گا

"روح کا اصل تعلق۔۔۔۔۔ اجزاء اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہے"

نداء حق ج1، صفحہ266

اگر پوچھ لیں کہ پھر روح کا جسد حقیقی اجزاءاصلیہ ہوگا؟ اور بدن محسوس(عنصری) سے غیر ہوگا ہے؟
تو دو جواب ملتے ہیں

1۔۔۔عذاب وثواب کی احادیث میں بدن، جسد یا جزء بدن سے یہی حقیقی انسان( اجزاء الاصلیہ) مراد ہیں صفحہ 267 ج1

2۔۔ "جسد حقیقی نسمۃ یا نفس ناطقہ ہے جو برزخ میں عطا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اجزاء اصلیہ تو جسد عرفی عنصری کا بعض ہے"۔

نداء حق صفحہ 344 ج1

یعنی اول جواب کا حاصل یہ ہوگیا کہ ہاں جسد حقیقی اجزاء اصلیہ ہی ہے مگر آگے دوسرا جواب یہ ہے جسد حقیقی تو نسمۃ یا نفس ناطقہ ہے۔۔ اجزاء اصلیہ تو جسد عنصری کا بعض ہے۔

**سوال**

**کوئی اشاعتی بتائے کہ نیلوی کا انسان معلوم ہوگیا جو مرتا نہیں زند ہ رہتا ہے؟؟؟**

کیا ہی اچھا ہوتا کہ نیلوی صاحب صاف صاف تسلیم کرتے کہ عذاب وثواب کا تعلق تمام جسد عنصری یا بعض جسد عنصری کیساتھ ہے تو اہل اشاعت کو امتحان میں نہ ڈالتے۔

امام محی الدین یحی بن شرف الدین بن حسن النووی الشافعیؒ لکھتے ہیں:

"المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح اليه او جزء منه۔" شرح مسلم ج2 ص385

ترجمہ:۔ پھر اہل السنت کے نزدیک بعینہ جسد عنصری یا اس کے بعض کو اس کی طرف یا اس کی جزء کی طرف روح لوٹانے کے بعد سزا دی جاتی ہے۔

# قہرِ جبّار بر مماتی عبد الجبار

مماتی عبدالجبار لکھتا ہے:
الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون
انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ھیں اور وہ نمازیں بھی پڑھتے ھیں/ عبادات کرتے ھیں
مزکورہ روایت فریق مخالف کے اپنے مسلک پر ان کے خیال کے مطابق بین اور مضبوط دلیل ھے...جبکہ تحریر پڑھ لینے کے بعد قارئین ان شاء اللہ امانتا دیانتا یہ فیصلہ کریں گے کہ یہ روایت بیان کرکے عوام الناس کو کتنا بڑا دھوکہ دیا جاتا ھے اور خود ضال مضل ھونے کی ڈگری حاصل کی جاتی ھے

جواب:۔ ہمارے نزدیک ہمارے مسلک پر بین اور مضبوط دلائل قرآن کی آیات ہیں متعدد احادیث کثیرہ ہیں۔۔ یا مماتی صاحب! اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے مصدقہ اور متفقہ کتاب تسکین الصدور پر المحدث الکامل العلامۃ محمد یوسف بنوری کی لکھی گئی تقریظ ہی کو غور سے دیکھ لینا۔۔
چناچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:
1۔ شہداء کے لئے بنص قرآن حیات حاصل ہے اور مزید دفع تجوز کے لیے یرزقون کا ذکر بھی کیا گیا ہے جیسے آج کل کا محاورہ ہے فلان حی یرزق۔ عام اہل برزخ سے ان کی حیات ممتاز ہے۔
2۔ جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے انکی حیات ثابت ہوئی( علیہم الصلوات والتسلیمات) اور جب مرتبہ اعلیٰ

وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واملی ہوگی۔
3۔ اسی حیات کی اکملیت کے بارے میں دو حدثیں آئی ہیں" ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء: اور الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ اور ان ہی احادیث کے شواہد کے طور پر دیگر احادیث صحیحہ موجود ہیں مثلا موسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حج۔اور اس کے علاوہ روایات۔
پھر تسکین الصدور میں جب عام اموات کے لئے روح کا تعلق جسم کے ساتھ قرآنی آیات کے اشارات اور احادیث صحیحہ اور اقوال سلف سے ثابت کیا گیا ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولی وہ انبیاء کی حیات کے بھی دالائل ہیں۔ اس لئے یامماتی صاحب! کسی ایک روایت پر اعتراض کرکے عوام الناس کو دھوکہ دینا یہ آپ لوگوں کا وطیرہ ہے۔۔
اور تمہارا یہ لکھنا کہ ۔۔ "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون "روایت بیان کرکے عوام الناس کو کتنا بڑا دھوکہ دیا جاتا ھے اور خود ضال مضل ھونے کی ڈگری حاصل کی جاتی ھے۔۔
جواباً عرض ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے والےدرجہ ذیل حضرات ہیں ہمت ہے تو ان حضرات پر دھوکہ دہی کا الزام لگا دیں اور ضال ومضل کا فتوی ٹوک دیں۔۔
1۔امام بیہقی2۔علامہ ابن حجر عسقلانی3۔ملا علی قاری 4۔علامہ سبکی الکبیر 5۔علامہ نورالدین السمہودی الشافعی 6۔علامہ داود بن سلیمان البغدادی7۔امام بدر الدین بعلی الحنبلی 8۔علامہ ابن عابدین الشامی الحنفی 9۔علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین توبشتی الحنفی(کتاب المعتمد فی المعتقد)،10 علامہ عزیزی،11۔ علامہ ہیثمی،13 شیخ عبد الحق دہلوی،14۔علامہ سید سمھودی،15 علامہ تاج الدین السبکی،16۔ حضرت مجدد الف ثانی،17۔ علامہ عبد الروف مناوی،18۔ محمد انور شاہ کشمیری،19۔ علامہ سیوطی، 20۔ علامہ آلوسی،21۔ حکیم الامت اشرف علی تھانوی،22 ۔ علامہ عثمانی وغیرھم۔۔
23۔۔استاذ العلماء سابق نائب امیر جمیعۃ اشاعت التوحید والسنۃ قاضی شمس الدین( الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون لا شک فیہ۔۔ تسکین القلوب ص47)

مزکورہ روایت درج ذیل وجوہات کی بنا پر قابل رد ھے اور قابل مستدل نہیں
1۔۔روایت میں قبروں میں نماز پڑھنے کا زکر ھے جبکہ قرآن مجید کا واضح اعلان اور ضابطہ ھے کہ عبادت کا تعلق دنیا کی زندگی کے ساتھ خاص ھے وفات کے بعد قبر میں نماز وغیرہ اور عبادت کا تصور نہیں واعبد ربک حتی یاتیک الیقین.(الحجر 99)عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تیرے اوپر موت آجاے مطلب موت کے بعد کے بعد عبادت نہیں
واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا (مریم 31) حضرت عیسی علیہ السلام نےفرمایاکہ اللہ نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا ھے جب تک میں زندہ رھوں
جبکہ روایت قبر میں نماز پڑھنے پر دلالت کر رھی تو یہ قرآن مجید کی آیات کے مخالف ھونے کی وجہ سے قابل رد ٹھہری

جواب:۔ موت کے بعد عبادت کا شغل صرف اس روایت سے ثابت نہیں بلکہ صحاح ستہ کی متعدد احادیث سے ثابت ہے۔۔ میں صحاح ستۃ سے صرف تین احادیث نقل کرتا ہوں تاکہ تیرا انکار حدیث والا ذھن لوگوں کو معلوم ہوجائے۔
عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبرہ۔۔۔ (صحیح مسلم ج2 ص267، نسائی ج1 ص126)
1)حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا معراج کی رات حضرت موسی علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔۔۔
2)عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔ وقد رایتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا موسیٰ علیہ السلام قائم یصلی۔۔۔۔۔۔۔ واذا ابرھیم علیہ

الاسلام قائم یصلی.... فحانت الصلوٰۃ فاممتھم۔ (صحیح مسلم ج1 ص96، مشکوۃ ص530)

ترجمہ:۔ میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا، پس اچانک دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ پھر اچانک دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔۔ پس اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا تو میں نے ان کو نماز پڑھائی۔۔۔۔۔

3)حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وساطت آپ کی امت کو سلام بھیجا تھا(ترمذی ج2 ص184)

یہ تینوں رویات صحاح ستہ سے ہیں جن میں بعد الموت نماز اور سلام (جو دعا ہے الدعا مخ العبادۃ) کا ثبوت ہے۔۔ آپ جیسے منکر حدیث کے ہاں یہ قرآن مجید کے مخالف ہونے کیوجہ سے قابل رد ہونگی مگر اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں یہ قرآن کی مخالف نہیں کیونکہ قرآن میں عبادت کا حکم تکلیفی ہے جبکہ یہاں عبادت کا ثبوت بطور تلذذ ہے۔۔

علامہ ابن تیمیہ رح فرماتے ہیں:

وھذاۃ الصلواۃ ونحوھا مما یتمتع بھا المیت، ویتنعم بھا کما یتنعم اھل الجنۃ بالتسبیح فانھم یلھمون التسبیح کما یلھم الناس فی الدنیا النفَس، فھذا لیس من عمل التکلیف یطلب بہ ثواب منفصل، بل نفس ھذا العمل ھو من النعیم الذی تنعم بہ الانفس وتلذذ بہ مجموع الفتاوی ج4 ص 330)

2۔۔اور اس وجہ سے بھی قابل رد ھے کہ قرآن مجید کا ضابطہ ھے کہ موت سے لیکر قیامت تک اجساد عنصریہ میت ہی رھتے ھیں سورۃ المومنون ایت نمبر 13 تا16 ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون ..... تبعثون کا تفسیر مدارک نے معنی کیا ای تحیون للجزا

سورۃ مریم ایت نمبر 33 والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا..اس ایت کی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ھیں فی الدنیا حیا وفی القبر میتا

جواب:۔ اہل السنۃ والجماعۃ اجساد مقدسہ کی حیات برزخی کے قائل ہے نہ کہ ظاہری حیات کے۔۔ تفسیر مدارک میں تحیون للجزاء سے مراد ظاہری حیات ہے نہ برزخی۔۔۔ اسی طرح علامہ قرطبی کے قول وفی القبر میتا سے مراد بھی میت باعتبار ظاہری حیات کے ہیں۔۔ ورنہ تفسیر مدراک میں یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت۔۔الایۃ کے تحت اعادہ روح والی حدیث ذکر کیا گیا ہے اور امام قرطبی اپنے شیخ سے نقل کرتا ہے۔۔

"القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم، وان کانوا موجودین احیاءً۔ وذلك كالحال فی الملائکۃ، فانھم احیاء موجودون، ولانراھم"۔ (الروح لابن قیم ص102)،(و النتقل عن التذکرۃ ج1، 459۔۔۔ 461)

ترجمہ: یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء کی موت تو صرف اس بات کی طرف لوٹتی ہے کہ وہ ہم سے غائب ہوگئے اس طور پر کہ ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہے اور یہ ایسا ہے جیسا حال فرشتوں کا ہے کہ وہ تو زندہ موجود ہیں اور ہم انہیں نہیں دیکھتے۔۔

3۔۔ یہ رویت صحاح ستہ میں موجود نہیں جو اہلسنت کی معتبر چھ کتابیں ھیں

جواب:۔ اہل السنۃ والجماعۃ صحیح احادیث کو صحاح ستہ میں منحصر نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ہاں صحاح ستہ کے علاوہ کتب حدیث میں بھی صحیح احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔۔

پھر ہم جو اس روایت کی صحت پر صحاح ستہ صحیح مسلم۔ ابوداود، نسائی ۔۔۔۔۔ سے صحیح شواہد پیش کرتے ہیں وہ آپ کب قبول کرتے ہیں؟؟!!!

4۔۔اس روایت کو چوتھی صدی کے بزرگ ابویعلی نقل کر رھے ھیں جو کہ بالاتفاق طبقہ ثالثہ سے ھے اور محدثین کا اس بات پر اتفاق ھے کہ طبقہ ثالثہ کی جو روایات ھیں ان سے عقیدہ اور عمل ثابت نہیں کیا جا سکتا.. یہی ضابطہ شاہ ولی اللہ رح نے حجۃ اللہ البالغہ میں اور مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنی کتاب راہ سنت صفحہ 165 پر تحریر کیا۔۔

جواب:۔مماتی صاحب ! آپ یہاں راہ سنت کی عبارت سے دھوکہ کیوں دے رہے ہیں۔

راہ سنت کی عبارت ملاحظہ ہو

" تو اس سے استدلال خام ہے اولا اس لئے کہ یہ روایتیں کتب حدیث کے اس طبقہ کی ہیں جن کی بجز باسند اور صحیح احادیث کے جن پر امت کا تعامل ہے اکثر احادیث کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں نہ عمل میں دیکھئے عجالہ نافعہ صفحہ 7 اور حجۃ اللہ لابالغۃ " راہ سنت ص173

اور ازالۃالریب کی عبارت ملاحظہ ہو

" امام طبرانی کی جملہ تصانیف حضرات محدثین کرام کے نزدیک کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں داخل ہیں اور اس طبقہ کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ واکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہاء نشدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف آنھا منعقد گشتہ۔ (عجالہ نافعہ صفحہ 7) جب تک اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے صحت ثابت نہ کی جائے اس احتجاج درست نہیں۔" ازالۃ الریب ص534)

مماتی صاحب!اس سے معلوم ہوا کہ طبقہ ثالثہ ورابعۃ کی کتابوں کے تمام روایات کوکسی ایک نے بھی علی الاطلاق ناقابل قبول نہیں قرار دیا۔۔ بلکہ باسند اور صحیح احادیث جن کو امت نے قبول کیا ہے اس سے مستثنیٰ ہیں۔۔

5۔۔اس روایت کا ایک راوی ازرق بن علی جو سیدنا عبداللہ بن مسعود رض کا دشمن اور ان پر الزام لگانے والا کہ
عبد اللہ بن مسعود قرآن مجید کی آخری دو سورتوں کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے (نعوذ باللہ

جواب:۔ یہاں تو مماتی صاحب نے صریح جھوٹ بولا ہے۔۔ ازرق بن علی ثقہ وصدوق راوی کو کسی ایک محدث نے بھی عبد اللہ بن مسعود کا دشمن قرار نہیں دیا بلکہ جنہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک معوذتین قرآن کریم میں سے نہ ہونے کی روایات کو موضوع قرار دیا ہے ان میں سے کسی ایک نے وضع کا الزام ازرق بن علی پر نہیں لگایا۔۔ مماتی صاحب کو چاہیے کہ اپنا جھوٹا دعوی کے ثبوت کے لئے محدثین کا حوالہ پیش کریں۔۔
پھر اس جھوٹ سے الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون الحدیث کو کیونکر رد کیا جاسکتا ہے کیونکہ ارزق بن علی اس میں متفرد نہیں بلکہ ابونعیم نے اخبار اصفھان میں عبد اللہ بن ابراہیم کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے جس کو خطیب بغدادی نے ثقہ کہا پس یہ ازرق کی قوی متابعت ہے( السلسۃ الاحادیث الصحیحۃ تحت الرقم 621)

.6۔۔۔اس روایت کا ایک راوی ابن سعید جو انتہای وھم کا مریض تھا جس کے متعلق علامہ ابن حجر نے التقریب صفحہ460پر جرح نقل کی ھے..اسی طرح ابن حبان تہذیب التہذیب میں فرماتے ھیں یہ راوی حق کی مخالفت کرتا تھا

جواب:۔ مستلم ابن سعید کو امام احمد شیخ ثقہ اور امام ابن معین صویلح کہتے ہوئے ان کی توثیق کرتے ہیں، امام نسائی اس کو لا باس بہ کہتے ہیں، ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ تھذیب التھذیب ج10،ص104) حافظ ابن حجر ان کو صدوق ربما وھم کہتے ہیں تقریب ص333)

حافظ ابن حجر نے ربما وھم (کبھی کھبار وھم ہوتا ہے) کہا ہے اور مماتی صاحب کے ہاں یہ انتہائی وھم بن گیا؟؟!!!

صدوق ربما وھم کی روایت قابل حجت ہوتی ہے۔ ضعیف روایت وہ ہوتی جس کا راوی کثیر الوھم ہو اور منفرد ہو۔۔

خود حافظ ابن حجر ربما وھم اور کثیر الوھم والے راوی میں فرق کرتے ہیں۔۔۔

7۔۔۔رواۃ سے قطع نظر کہ ان پر جرح ھے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ روایت زیادہ سے زیادہ خبر واحد درجے کی بن سکے گی جو کہ عقیدے کے باب میں خبر واحد کو پیش کرنا جہالت ھے یا علمی خیانت ھے..اس لئے کہ عقیدہ قطعی ھوتا ھے اور اس کے اثبات کے لئے دلیل بھی قطعی ھونی چاھئے...اور قطعیہ دلائل تین قسم کے ھیں..قرآن کی واضح غیر محتمل آیات ..حدیث متواترہ ..اجماع صحابہ بسند صحیح

جواب:۔۔ جب انبیاء کا درجہ عام شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے تو بدالۃ النص یا بالاولیٰ خود قرآن کریم سے انکی حیات ثابت ہوئی( علیھم الصلوات والتسلیمات) اور جب مرتبہ اعلیٰ وارفع ہے تو حیات بھی اقویٰ واکمل ہوگی۔

اس لئے حیاۃ الانبیاء بعد الوفات کا عقیدہ قطعی ہے اس کا انکار کفر ہے۔

پھر تسکین الصدور باب اول اور باب دوم میں جب عام اموات کے لئے روح کا تعلق جسم کے ساتھ قرآنی آیات کے اشارات اور احادیث صحیحہ متواترہ اور اقوال سلف سے

ثابت کیا گیا ہے تو بدلالۃ النص یا بالاولٰی وہ انبیاء کی حیات کے بھی دلائل ہیں
۔۔۔۔۔۔اور انبیاء علیھم السلام کے حق میں اس صحیح روایت سمیت دیگر صحیح روایات کے پیش نظر اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی مسلک یہ ہے کہ برزخ میں روح کا تعلق جسد عنصری کیساتھ قائم ہے۔۔
اہل السنۃ کے اجماعی مسلک کا انکار کفر نہ ہو تو بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔۔۔۔
شیخ الاسلام علامہ العینی الحنفی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:
" من انکر الحیاۃ فی القبر وھم المعتزلہ ومن نحا نحوھم واجاب اھل السنۃ عن ذالك" ( عمدۃ القاری شرح بخاری ج8 ص601)
ترجمہ:۔ جن لوگوں نے قبر کی زندگی کا انکار کیا ہے اور وہ معتزلہ اور ان کے ہم عقیدہ ہیں اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے۔۔۔
معلوم ہوا کہ مماتی معتزلہ کے ہم نوا اور بدعتی ہیں۔۔

8۔۔۔۔۔اس روایت کو علامہ ذھبی نے منکر قرار دیا اس لیے قابل استدلال نہیں...میزان الاعتدال جلد نمبر 1 صفحہ 460
9۔۔۔اس روایت کو امام ابن قیم نے بھی قصیدہ نونیہ میں منکر قرار دیا ھے

جواب:۔جب اس حدیث کی تمام راوی ثقہ وصدوق ہے اور جمہور محدثین امام بیہقی، علامہ ابن حجر، علامہ عبدالروف مناوی، علامہ ہیثمی ،علامہ سبکی ،علامہ عزیزی، ملا علی قاری، قاضی شوکانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، محمد انور شاہ کشمیری علامہ عثمانی وغیرھم اس کو صحیح مانتے ہیں تو بعض کا اسکو ضعیف کہنا درست نہیں۔۔
پھر علامہ ذھبیؒ نے اس کو منکر جو کہا ہے تو مراد اس سے منکر اصطلاحی نہیں کیونکہ منکر اصطلاحی وہ ہوتا ہے جس میں ضعیف راوی ، ثقہ راوی کی مخالفت کریں یا عند البعض جب ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کریں جسکو شاذ کہا جاتا ہے۔۔۔

یہاں تو تمام رواۃ صدوق وثقہ ہیں اور کسی راوی نے اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت نہیں۔۔۔ لہذا یہاں نکارت سے منکر اصطلاحی مراد نہیں بلکہ فردیت مراد ہے جو صحت حدیث کے منافی نہیں۔۔

المحقق الشیخ ابو غدہ عبدالفتاح امام سیوطیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ امام ذہبیؒ نے المیزان میں مسند احمد اور سنن ابی داود وغیرہ قابل اعتماد کتب میں پائی گئی کئی احادیث کے بارہ میں کہا کہ وہ منکر ہیں بلکہ ایسی احادیث صحیحین میں بھی ہہیں اور اس کا معنی صرف وہی ہے جسکو حفاظ جانتے ہیں" **وهو ان النكارة ترجع الى الفردية ولا يلزم من الفردية ضعف متن الحديث فضلا عن بطلانه(حاشيه الرفع والتكميل ص200)**

ترجمہ:۔ اور وہ یہ ہے کہ بے شک نکارۃ فردیت کی جانب لوٹتی ہے جس سے حدیث کا متن ضعیف نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ باطل ہو۔۔۔

10۔۔۔ پوری روایت الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ویحجون ھے... جبکہ فریق مخالف یصلون سے آگے نہیں پڑھتا کہ انبیاء حج بھی کرتے ھیں... خیانت. جہالت یا بزدلی؟

جواب:۔ اصول حدیث سے جو روایت صحیح ثابت ہو اس کو ماننا چاہئے۔۔۔ جیسے موسی علیہ السلام کا تلبیہ حج۔۔۔ انبیاء علیھم السلام کا قبر سے باہر اعمال میں شغل کے لئے روح اور جسد عنصری کے مابین برزخی تعلق کافی ہے اور اجساد مقدسہ کا عالم قبر وبرزخ سے نکلنا ضروری نہیں فقط ان کے حق میں برزخ کا دائرہ کا وسیع ہونا بھی کافی ہے۔۔۔ ۔۔۔

11۔۔۔ صحیح روایت میں ھے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناو یعنی فرائض کے علاوہ سنن اور نوافل کا اہتمام کیا کرو تو مطلب جہاں نماز عبادت وغیرہ ھو وہ قبر اور قبرستان نی اور جہاں نماز عبادت نی وہ قبر اور قبرستان ھے اور روایت میں ھے کہ قبروں میں نماز پڑھتے ھیں تو اس وجہ سے بھی قابل رد ھے۔۔۔

جواب:۔ ان روایات میں حکم بھی تکلیفی ہےاور ان لوگوں کو ہے جو تکلیفی زندگی سے متصف ہے اس پر صلوۃ فی القبور جو امر تکوینی برائے تلذذ ہے اور اس سے متصف بھی وہ لوگ ہیں جنکی زندگی تکلیفی نہیں۔۔۔۔ قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔۔۔۔۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ جہاں نماز عبادت امر شرعی ہو وہ قبر قبرستان نہیں اور جہاں نماز عبادت امر شرعی نہ وہ قبر وقبرستان ہے کیونکہ وہاں اگر عبادت ونماز ہے تو وہ امر تکوینی برائے تلذذ وتنعم ہے۔۔۔

12۔۔۔۔اگر اس سے مراد اعادہ روح والی حیات لی جاے تو یہ ایسی حیات ھے جو سورۃ زمر ایت 42 کے متعارض ھے کہ فیمسك التی قضی علیہا الموت

جواب:۔ ہم اس سے اجساد کیساتھ تعلق روح اور اعادہ روح والی حیات مراد لیتے ہیں مگر تعلق اور اعادہ روح برزخی ہے جس سے اجساد دنیویہ کے لئے دنیا کی ظاہری حیات کا حصول مراد نہیں بلکہ اجساد دنیویہ کی برزخی حیات مراد ہے جیسے المھند میں تصریح ہے ۔۔۔۔۔برزخیۃ لکونہا فی عالم البرزخ۔
علامہ ابن الھادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
وردالروح الی البدن فی البرزخ لایستلزم الحیاۃ المعهودۃ۔۔۔(الصارالمنکی ص623)

ترجمہ:۔ برزخ میں بدن کی طرف رد روح حیات معہودۃ( دنیا کی ظاہری حیات) کو مستلزم نہیں۔۔
اور یہ آیۃ فیمسك التی قضی علیھما الموت۔۔ ہر گز متعارض نہیں کیونکہ یہاں امساک سے مراد یہ ہے کہ روح کو ایسے تصرف وتدبیر فی الابدان سے روکا جاتا ہے جو مستلزم ہے حیات معہودہ(ظاہری حیات) کو۔۔۔ جسکو دنیا والے محسوس کر سکیں جبکہ برزخ میں تعلق واعادہ روح سے اجساد کو فقط غیر محسوس برزخی حیات حاصل ہوتی ہے۔۔۔
علامہ آلوسیؒ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
ای یقبضھا عن الابدان بان یقطع تعلقھا تعلق التصرف فیھا عنھا ۔۔۔(روح المعانی ج24ص7)
ترجمہ:۔۔یعنی اللہ تعالیٰ ارواح کو ابدان سے قبض کرتا ہے بایں طور کہ ابدان میں ارواح کے تصرف کا تعلق باقی نہیں رہتا۔
یعنی ارواح کے روکنے کا مطلب یہ ہے ارواح ابدان میں تدبیر وتصرف نہیں کرتے مثلاََ یہ کہ بدن میں خون کا دورہ ہو، سانس چلے۔ کھانا ہضم ہو ، نبضیں اچھلیں وغیرہ۔۔۔۔ جبکہ ہم تعلق روح واعادہ روح سے ایسی ظاہری حیات کے قائل ہی نہیں۔۔

## گزارش عامہ

تعصب کی عینک اور ضد و عناد کی چادر اتار کر تحریر پر غوروفکر کریں اور تحقیق کریں ایک ایک حوالہ کی اگر حوالہ جات درست ھوں تو چونکہ چنانچہ اگرچہ مگرچہ سے جان چھڑوا کر مسلک حق قبول کریں اور اشاعت توحید و سنت کے حق میں ھمارے معاون بنیں

جواب :۔ ہم نے بفضل اللہ بلا تعصب وعناد۔۔۔۔ تحقیق کر کے مماتی صاحب کے بارہ 12دھوکہ بازیوں کے جواب لکھ دئے کیونکہ یہ بارہ نکات تار عنکبوت کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔۔۔جس سے ان کا مسلک کا باطل ہونا واضح ہے اس لئے تمام دوستوں سے درخواست ہے کہ منکرین حیات، معتزلہ، مماتیت سے دور رہے۔

از الیاس علی شاہ

# اہل اشاعت کے شبہات کے جوابات

قولہ:(جھوٹی روایت کی حقیقت)

من صل علی عند قبری سمعته ومن صل علی من بعید اعلمته (جلآءالافہام لحافظ ابن القیم صفحہ 45) وقال غریب قطعاً، بحوالہ تسکین الصدور صفحہ 85 از مولانا سرفراز خان صفدر ۔ ۔

ترجمہ ۔ جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ ہر درودشریف پڑھا مجھے بتادیا جاتا ہے ۔ ۔

مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں بیہقی وغیرہ میں یہ روایت ضعیف ہے لیکن جمہور اہلسنت والجماعت کا استدلال ابوالشیخ کی سند سے ہے لہٰذا اسکی سند جید ہے ۔ ۔

اَلجَوَابُ اَوَّلاً

حافظ ابن القیم نے اس روایت کو نقل کرکے فرمایا (غریباً جداً) جبکہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اسمیں تحریف کرکے اسے غریباً قطعاً کہ رہے ہیں

دوسری تحریف یہ کہ جلآءالافہام میں تو راوی الحسین ابن الصباح ہے اور مولانا نے اسکی جگہ الحسن بن الصباح لکھ دیا ہے اب پتہ نہیں مولانا سے یہ خیانت شعوری طور پر ہوئی یا غیرشعوری طور پر، بہرحال ایسے ذمہ دار شخص کو اتنی غیرذمہ داری کا ثبوت نہیں دینا چاہیئے

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ابوالشیخ نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کتاب کا دنیا میں وجود

ہی نہیں، یہ غیر معروف کتاب ہے ۔بقول مولانا سرفراز خان صفدر کے جمہور کا استدلال اس انتہائی غریب روایت سے ہے، اور یہ ابوالشیخ کون ہے جس پر ان حضرات کو اعتماد ہے ، یہ وہ شخص ہے جس نے امام ابوحنیفہ کو ضال (گمراہ) اور مضل (گمراہ کرنیوالا قرار دیاہے) ازتاریخ بغداد جلد13 صفحہ 436

اقول: تسکین الصدور کی طبع اول میں اگر طباعت کی غلطی سے لفظ قطعا لکھا گیا ہو تو مجھے معلوم نہیں لیکن بعد کی طباعت میں لفظ جداً ہے لہذا اسکو تحریف کہنا اشاعتیوں کی جہالت ہے۔۔۔

اور جلاء الافھام جو شعیب الارناووط اور عبد القادر الارناووط کی تحقیق سے مطبوع ہے اس میں اس روایت کا راوی الحسن بن الصباح ہی ہے۔۔ اور یہی درست ہے۔علامہ امام سیوطی نے بھی الآلئ المصنوعۃ فی الاحادیث المضوعۃ میں ابو الشیخ کی سند میں الحسن بن الصباح ہی نقل کیا ہے

حدثنا عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش بہ(ج1ص283)

اشاعتی محقق علامہ نیلوی صاحب نے بھی راوی کا نام الحسن بن الصباح ہی ذکر کیا ہے۔ ندائے الحق ج1 ص83)

اشاعتی مولف آئینہ تسکین نے بھی یہی نام ذکر کیا(ص123)۔۔۔ ہاں کشف الستر میں اس کا نام بلا تحقیق تبدیل کرکے الحسین بن الصباح بنا دیا(ص39،38،15)۔۔۔

یاد رہے الحسن بن الصباح بخاری شریف کا راوی ہے۔۔ مگر اشاعتی بلا تحقیق اسے الحسین بن الصباح بنا کر دھوکہ دیں رہے۔۔۔

حافظ ابو الشیخ روایت حدیث میں قابل اعتماد راوی ہے۔۔ علامہ ذہبیؒ ان کو حافظ اصبہان، مسند زمان، الامام لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کثرت علم اور وافر حافظہ کے

ساتھ نیک اور دیندار بھی تھے اور محدث ابن مردودیہؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ اور مامون تھے علامہ خطیب ان کو حافظ ثبت اور متقن کہتے ہیں حافظ ابو نعیمؒ ان کو احد الاعلام اور ثقہ کہتے ہیں( تذکرۃ الحفاظ3ص148،147)

حافظ ابن قیمؒ ان کو الحافظ لکھتے ہیں (اجتماع الجیوش الاسلامیۃ ص95)
علامہ ابن حجر ان کو الحافظ اور ثقہ لکھتے ہین (لسان المیزان ج6ص395)
ابو الشیخ اگرچہ مثالب امام اعظم ابی حنیفہ کی چند روایات کا راوی ضرور ہے مگر کسی محدث یا حنفی محقق نے ان رویات کے وضع کا الزام اس پر نہیں لگایا۔ جیسے اشاعتی لوگ دھوکہ دیں رہے ہیں۔۔۔ موضوع روایات کا راوی ہونا تو امام احمد بن حنبل ااور ابن ماجہ بھی ہیں۔۔
یاد رہے جب دو ثقہ حفاظ ابن قیمؒ اور امام سیوطیؒ اسے ابو الشیخ کی کتاب سے باسند نقل کررہے ہیں تو یہ حجت ہے کتاب کے مفقود ہونے سے اس کے حجت ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔

قولہ: الجواب ثانیا
آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارکہ کے تین سو سال بعد تک اس روایت کا وجود حدیث کی کسی کتاب میں نہیں تھا، چوتھی صدی میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے دشمن ابوالشیخ نے اسے گھڑ کے پیش کیا خیرالقرون میں اسکا وجود ناپید تھا۔

اقول:۔ یہ کوئی دلیل نہیں جبکہ دو ثقہ حفاظ نے اسے ابو الشیخ کی کتاب سے با سند نقل کیا ہے اور ابو الشیخ عند الجمہور ثقہ الحافظ ہے وضع کا الزام کسی محدث و محقق سے ثابت نہیں اور الحافظ ابو الشیخ کو امام ابوحنیفہ کا دشمن کہنا درست نہیں۔۔ابو الشیخ اگرچہ مثالب امام اعظم ابی حنیفہ کی چند روایات کا راوی ضرور ہے مگر کسی محدث یا

حنفی محقق نے ان رویات کے وضع کا الزام اس پر نہیں لگایا۔ جیسے اشاعتی لوگ دھوکہ دیں رہے ہیں۔۔۔
موضوع روایات کا راوی ہونا تو امام احمد بن حنبل ااور ابن ماجہ بھی ہیں۔۔

قولہ: الجواب ثالثاً
(غریب احادیث کے بارے میں فیصلہ)
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ غریب احادیث سے بچو کیونکہ ان میں اکثر ضعیف ہوتی ہیں ۔ ۔
امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدترین علم غریب حدیث ہے،
امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جس نے غریب حدیث کو طلب کیا وہ جھوٹا ہے (بحوالہ تدریب الراوی صفحہ 192)
نیز اس روایت میں اعمش مدلس اور شیعہ ہے خود مولانا سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا (بحوالہ تسکین الصدور ص 185)
حافظ ابن حجر نے اعمش کو تدلیس السویہ کا مرتکب بنایا ہے جوکہ بدترین تدلیس ہے، مدلس راوی کی روایت قبول نہیں ہوتی ۔
ابوصالح، الکلبی اور محمدبن مروان السدی الصغیر سب متروک الحدیث راوی ہیں (بحوالہ کتاب الاسماء والصفات ص 294 )
نیز اعمش کی ابوصالح سے ملاقات ہی ثابت نہیں اور اعمش شیعہ تھا
(بحوالہ تھذیب التھذیب)
اسکی ایک روایت میں وھب ابن وھب ابوالبحتری باالاتفاق ائمہ کذاب ہے ۔

اقول:ایک ہے فن غریب الحدیث اور ایک ہے کسی حدیث کا غریب ہونا اول کا تعلق متن سے ہے یعنی متن میں ایسے الفاظ کا ہونا جو نہایت مشکل اور فہم سے بعید ہوتے

ہیں کیونکہ وہ قلیل الاستعمال ہوتے ہیں ۔امام ابن الصلاح معرفت غریب الحدیث کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وهو عبارة عما وقع فی متون الاحادیث من الالفاظ الغامضة البعيدة من الفهم ۔۔۔۔(مقدمۃ ابن الصلاح ص245، النوع 32)
ترجمہ:۔غریب الحدیث وہ فن ہے جس میں متون احادیث میں ایسے الفاظ سے بحث کی جاتی ہے جو نہایت مشکل اور فہم سے بعید ہوتے
امام مالکؒ اور امام ابویوسفؒ کے اقوال اس کے متعلق ہے
اور دوم یعنی کسی حدیث کا غریب ہونا اس کا تعلق سند سے ہے یعنی کسی سند میں راوی کا متفرد ہونا۔۔ امام احمد بن حنبل کے قول کا اس کے متعلق ہے۔۔ کہ اکثر نہ کل ضعیف ہوتے ہیں۔۔۔ یعنی خود اس قول سے معلوم ہوتا ہے بعض اس میں صحیح بھی ہوتے ہیں۔۔ امام ابن الصلاح اسی کے متعلق فرماتے ہیں: ثم الغريب ينقسم الى صحيح كالافراد المخرجة فى الصحيح والى غير الصحيح وذلك والغالب على الغرائب ۔۔(مقدمۃ ص244)
ترجمہ:۔ پھر غریب کی دو قسمیں ہیں ایک صحیح جیسے ان متفرد راویوں کی حدیثیں جن کی صحیح میں تخریج کی گئی ہے اور دوسری غیر صحیح اور غرائب پر یہی حال غالب ہے۔۔
معلوم ہوا کہ غرابت صحت کے منافی نہیں۔ بخاری کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنيات غریب ہے فان اسناده متصف بالغرابة ۔(مقدمۃ ابن الصلاح 245) تو کیا اس کا مطلب ہوگا کہ یہ ضعیف ہے؟؟!!!
امام اعمش میں تشیع ہے رفض نہیں اور خیرالقرون کا تشیع صحت حدیث کے منافی نہیں ہوتا۔۔ اور ان کا شمار ان مدلسین میں ہے جن کا تدلیس مطلقا مضر نہیں(توجیہ النظر ص251) پھر صاحب تنزیہہ الشریعۃ نے اس کے شواہد بیان کئے ہیں لہذا تدلیس کا الزام سرے سے درست نہیں۔۔۔

ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی الصالح عن ابی ھریرۃ بخاری کی سند ہے(ج2
ص735)
امام بیہقیؒ نے جس ابو صالح پر کلام کیا وہ یہ ہرگز نہیں اس کی کڑی اس سے ملا کر
اسماء الرجال سے جہالت کا مظاہرہ ہے۔۔۔

قولہ: الجواب رابعاً:
حضرت امام ابن الھادی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اسکی سند میں ابومعاویہ کا ذکر
کیا ہے جوکہ فحش غلطی ہے، ابومعاویہ سند میں نہیں ہے، (بحوالہ الصارم المنکی
ص284)
حدیث محمدبن مروان کذاب کی ہے ابومعاویہ کی نہیں ۔۔۔
امام ابن الہادی نے اس روایت کے بارے فیصلہ فرمایا
ھذاالحدیث موضوع علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بحوالہ الصارم المنکی ص
282)
یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑی گئی ہے اورابومعاویہ سے شیعیت والا غلو
مشہور ہے
بحوالہ میزان الاعتدال ص575 جلد 4

قولہ: الجواب خامساً:
عقیلی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں (الضعفآء ص 398)
صدی کے مشہور محدث امام محمد طاہر بن علی اسے موضوع یعنی من گھڑت قرار دیتے
ہیں کیونکہ اسمیں محمدبن مروان کذاب راوی ہے ۔
مایہ ناز مفسر امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کو متروک، ناقابل عمل قرار دیتے ہیں
(بحوالہ ابن کثیر)

ابن نمیر، ابن حبان، رئیس المفسرین مولانا حسین علی الوانی اور مولانا محمد شریف کشمیری نے اسے ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے ۔

قولہ: الجواب سادساً
ذھبی فرماتے ہیں کہ اس روایت کا اصل راوی محمد بن مروان سدی صغیر ہے اسے تمام محدثین نے چھوڑ رکھا ہے، بعض نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے،
امام بخاری فرماتے ہیں کہ اسکی حدیث لکھنی جائز نہیں، ابن معین کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے (بحوالہ میزان الاعتدال ص33 جلد4)

اقول: علامہ ابن الھادی وغیرھم نے اس حدیث پر جو وضع کا حکم لگایا ہے وہ محمد بن مروان سدی کیوجہ سے لگایا ہے جبکہ ہمارے پیش کردہ سند میں یہ راوی ہی موجود نہیں۔
علامہ ابن الھادیؒ نے معاویہ کے سند سے اس روایت کو جو فحش غلطی کہا ہے اس پر کوئی دلیل نہیں دیا جبکہ حافظ ابن قیمؒ اور امام سیوطی نے ثقہ حافظ ابو الشیخ سے ابو معاویہ کی طریق سے ہی نقل کیا ہے۔۔ اگر اشاعتیوں کو ابن الھادی کا فیصلہ ہی ماننا ہے تو ہم ان کو ابن الھادی کا فیصلہ ہی سناتے ہیں اس کو مان لیں
علامہ ابن الھادیؒ فرماتے ہیں:
فاما ذلك الحديث وان كان معناه صحيا فاسناده لايحتج به وانما يثبت معناه بالاحاديث أُخر ( الصارم المنکی ص131)
ترجمہ:۔ بہرحال یہ حدیث اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے لیکن اس کی سند قابل احتجاج نہیں ہے البتہ اس کا معنٰی دوسری احادیث کی روشنی میں ثابت ہے۔۔
وهو صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من القبر وتبلغه الملائكة الصلواة من البعد۔۔ (الصارم المنکی ص282)

ترجمہ:۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں اور دور سے فرشتے آپ کو صلوۃ وسلام پہنچاتے ہیں۔۔۔

اشاعتی جس مقصد کے لئے ابن الھادیؒ کے فیصلہ کو پیش کر رہے تھے اس کے فیصلہ نے ان کا کام تمام کیا اور وہی فیصلہ یعنی سماع صلوۃ سلام عند القبر جو جمہور کا مسلک ہے سنا دیا۔

اشاعتیوں سے پہلے کسی فقیہ مفسر محدث متکلم نے اس سے انکار نہیں کیا۔

ابو معاویہ بخاری کا راوی ہے بلکہ صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے جس پر جرح کی کوئی حیثیت نہیں۔۔۔۔اور نہ دور حاضر کے شیعوں کی طرح رافضی تھا۔۔۔۔ جیسے مماتی حضرات باور کرارہے ہیں۔

قولہ: قرآن بھی یہی قانون بتاتا ہے کہ

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۔۔ سورۃ فاطر ۔۔

ترجمہ ۔ اور آپ انہیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں ۔۔

اقول:۔یہ آیت نفی سماع موتٰی پر قطعی الدلالۃ نہیں

اولاً اس لئے کہ بالاجماع امت یہاں کفار کو من فی القبور سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے لئے( وجہ شبہ۔۔۔ وصف مشترک) میں دو احتمال ہے۔

1۔۔ وجہ عدم انتفاع ہے یعنی جس طرح من فی القبور تبلیغ سے فائدہ نہیں لے سکتے کہ اب وہ دارالعمل میں نہیں اسی طرح کفار کو بھی انتفاع نہیں بوجہ مہر جباریت کے۔۔

2۔۔۔ جس طرح من القبور حسی طور پر نہیں سنتے اسی طرح کفار ہے کہ ادعاء حسی طور پرنہیں سنتے اگرچہ حقیقت میں سنتے ہیں۔۔

اول احتمال کو بھی علمائے اسلام اورمفسرین نے بیان کیا ہے اور اس احتمال کے ہوتے ہوئے یہ آیت نفی سماع پر قطعی الدلالۃ نہ رہی۔

ثانیاً اس لئے کہ احتمال دوم کو مانتے ہوئے بھی خود اشاعتی صحیح احادیث کیوجہ سے آیت میں تخصیص کے قائل ہیں۔۔ حالانکہ عام کی قطعی الدلالۃ ہونا عند الاحناف والشوافع خود مختلف فیہ ہےاور بعد التخصیص تو بالاجماع ظنی الدلالۃ ہے۔۔۔ اب بالاتفاق خبر واحد سے اس میں تخصیص جائز ہوگی۔۔

ثالثاً اس لئے کہ عام سماع موتیٰ میں اختلاف کے باوجود کسی سنی عالم نے اشاعتیوں سے پہلے سماع صلوۃ وسلام عند القبرالنبوی کا انکار نہیں کیا اور نہ اس آیت سے نفی سمجھا۔۔۔۔۔۔۔

معلوم ہوا کہ بالاجماع امت یہ آیت اس مسئلہ سے غیر متعلق ہے۔

وقال أبو الشيخ في كتاب «الصلاة على النبي ﷺ». حدثنا عبد الرحمن ابن أحمد الأعرج، حدثنا الحسن بن الصباح، حدثنا أبو معاوية، حدثنا الأعمش عن أبي صالح، عن أبي هريرة ـ رضي الله عنه ـ قال: قال رسول الله ـ ﷺ ـ: «مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ بَعِيدٍ أُعْلِمْتُهُ» وهذا الحديث غريب جداً.

ومن حديثه أيضاً ما رواه أبو نعيم عن الطبراني: حدثنا عُبيد الله بن محمد العُمري، حدثنا أبو مصعب، حدثنا مالك، عن أبي الزناد، عن الأعرج عن أبي هريرة ـ رضي الله عنه ـ قال: قال رسول الله ـ ﷺ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ فِي شَرْقٍ وَلَا فِي غَرْبٍ إِلَّا أَنَا وَمَلَائِكَةُ رَبِّي نَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا بَالُ أَهْلِ المَدِينَةِ؟ قَالَ: وَمَا يُقَالُ لِكَرِيمٍ فِي جِيرَتِهِ وَجِيرَانِهِ. إِنَّهُ مِمَّا أُمِرَ بِهِ مِنْ حِفْظِ الجِوَارِ، وَحِفْظِ الجِيرَانِ»[1]

قال محمد بن عثمان الحافظ: هذا وضعه العمري وهو كما قال، فإن هذا الإسناد لا يحتمل هذا الحديث.

وأما حديث بُريدة بن الحُصَيب، فرواه الحسن بن شاذان، عن عبدالله ابن إسحاق الخراساني، حدثنا الحسن بن مُكْرم، حدثنا يزيد بن هارون، حدثنا إسماعيل بن أبي خالد عن أبي داود، عن بُريدة قال: قُلنا: يا رسول الله قد علمنا السلامَ عليك، فكيف الصلاةُ عليك؟ قال: «قُولُوا اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ، وَرَحْمَتَكَ عَلَى

(١) ذكره أبو نعيم في «الحلية» وعبدالله بن محمد العمري رماه النسائي بالكذب كما في «ميزان الاعتدال» (٥٣٩٢) وقال الدارقطني كما في «لسان الميزان» (١١٢/٤). ليس بصحيح تفرد به العمري وكان ضعيفاً
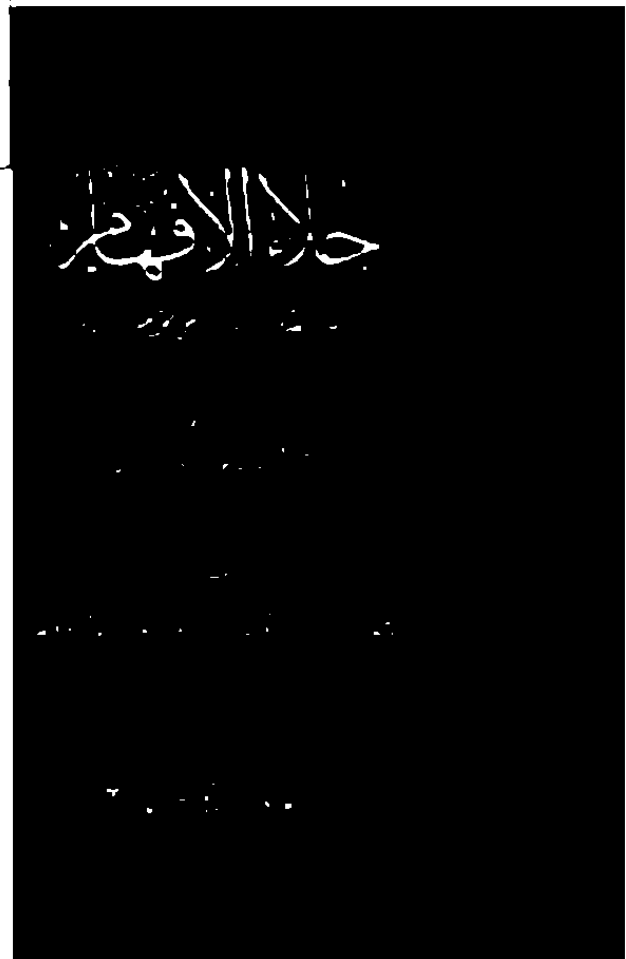
# مماتیوں سے دو سوالات

جب ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مبارکہ میں حیات ہیں اور عند القبر پڑھے جانے والے درود شریف کو بذاتِ خود سماعت فرماتے ہیں اور دور سے فرشتے پہنچاتے ہیں تو مماتی پیمانہ لے کر ہمارے پیچھے پڑجاتے ہیں کہ
بتاؤ عند القبر کی حد کتنی ہے؟
کتنے میٹر فاصلے سے سنتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ
تو ایسے مماتیوں سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالوں کی وضاحت کریں۔
1) ان کے علماء کے اس مبہم فیصلہ میں عند القبر سے مراد کتنا فاصلہ ہے؟
2)مماتیوں کو اپنے سماع کے حد بندی معلوم ہے؟

**نوٹ:**

ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ حدیث میں صاف صراحت ہے کہ مردے زندوں سے زیادہ سنتے ہیں،

ما انتم باسمع لما اقول منهم

(بخاری ج2، ص566)

مماتی اپنے حد سماعت بتائیں یقیناً بمطابق حدیث اموات کے حد سماعت ان سے زیادہ ہوگا۔ بینوا توجروا

سماعِ موتیٰ کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ قرآنِ کریم
میں سماعِ موتیٰ ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ بمشیئۃ
اللہ خرق للعادۃ عِندَ القبر سماع کے قائل
ہیں وہ کافر نہیں ہیں اور جو لوگ سماعِ موتیٰ ہر وقت
دور و نزدیک کے قائل ہیں وہ ہمارے نزدیک دائرہ
اسلام سے خارج ہیں۔
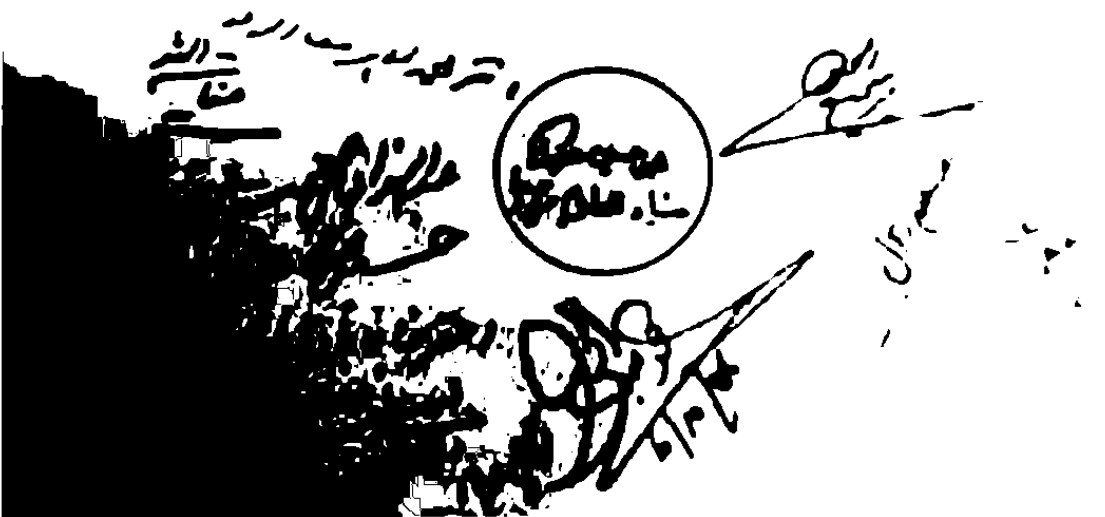
# کیا المھند میں سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ موجود نہیں

خضر مماتی لکھتا ہے
یہ بھی مولوی نور محمد صاحب کا المھند اور چوبیس علماء پر جھوٹ ہے المھند میں سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ موجود نہیں اگر مولوی نور محمد اور اس کے مصدقیین میں سے کسی میں ہمت ہو تو المھند سے مسئلہ نکال دکھائے(اکابر کا باغی کون، ص/51)
جواب: یہ مسئلہ المھند کی عبارت میں موجود ہے جسکو ( الی آخر ما قال) سے ذکر کیا گیا ہے۔
المھند کی عبارت یہ ہے۔

.................................

کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالۃ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء حیث قال:قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیاۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلاۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ.فان الصلاۃ تستدعی جسدا حیا الی آخر ما قال

.................................

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ خلیل احمد سہانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے المھند میں السوال الخامس کے جواب میں علامہ سیوطیؒ کے حوالے سے علامہ سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے الی آخر ما قال یعنی علامہ سبکیؒ کی

عبارت کا یہ ہی ٹکڑا مراد نہیں بلکہ اس کی عبارت آخر تک ملحوظ رکھنی چاہیے اور آخر تک جو تشریح اور تفصیل ہے اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔
اب ہم علامہ سبکیؒ کی یہ معہود عبارت نقل کرتے ہیں کہ اس میں کیا تفصیل ہے۔
امام سیوطیؒ نے یہ عبارت اپنے رسالہ انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء جو الحاوی للفتاویٰ میں موجود ہے یوں نقل فرمایا ہے:

قال الشیخ تقی الدین السبکی: حیاۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد له صلاۃ موسیٰ علیه السلام فی قبرہ. فان الصلاۃ تستدعی جسدا حیا. کذٰلك الصفات المذکورۃ فی الانبیاء لیلة الاسراء کلھا صفات الاجسام ولا یلزم من کونھا حیاۃ حقیقیة ان الابدان معھا کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام والشراب واما الادراکات کالعلم والسماع فلا شك ان ذٰلك ثابت لھم ولسائر الموتیٰ انتھی (الحاوی للفتاوی الجز الثانی، ص51 دار الکتب العلمیه بیروت)

ترجمہ: علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام وشہداء کی قبر میں حیات دنیا والے حیات کی مشابہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور اسی طرح معراج کی رات حضرت انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جتنی صفات کا ذکر ہے وہ تمام اجسام کی صفات ہیں اور اس کی حیات کے حقیقی ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اس حیات کے ساتھ ابدان کو کھانے پینے کی ویسی ہی حاجت ہو جیسے دنیا میں تھی یا یہ کہ وہ کثیف پردہ میں نفوذ نہ کرسکیں اور اسی طرح اجسام کی دیگر صفات جن کا ہم دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں یہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حکم الگ ہو عقلا اس میں کوئی امتناع نہیں کہ ان کے لئے حقیقی حیات ثابت ہو، رہے ادراکات مثلاً علم اور سماع وغیرہ تو ان کے ثبوت میں کوئی شک نہیں یہ تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہے۔
یہ عبارت علامہ سیوطیؒ نے شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام سے نقل فرمائی۔

اس پوری عبارت میں جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس میں نہ صرف سماعِ انبیاء علیہم السلام کو ثابت مانا گیا ہے بلکہ عام سماع موتیٰ کے ثابت ہونے کی بھی تصریح ہے۔۔ اس لئے خضر مماتی کا یہ کہنا کہ المھند میں سماع الانبیاء کا مسئلہ نہیں اس کی قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ مماتی حضرت ایسی بے تکی بات کہنے سے پرہیز کرتا تو بہتر ہوتا۔
از الیاس علی شاہ

ويشهد له : صلاة موسى عليه السلام في قبره، فإنَّ الصلاة تستدعي جسداً حياً، وكذلك الصفات المذكورة في الأنبياء عليهم السلام ليلة الإسراء؛ كُلها صِفاتُ الأجسام، ولا يَلزمُ من كونها حياةً حقِيقيةً أن تكون الأبدان معها كما كانت في الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب، والامتناع عن النُّفوذِ في الحجاب الكثيف، وغير ذلك من صفات الأجسام التي نشاهدها، بل قد يكون لها حكمٌ آخر، فليس في العقل ما يَمنعُ من إثبات الحياة الحقيقية لهم.

وأما الإدراكات كالعلم والسماع؛ فلا شك أنَّ ذلك ثابتٌ، وَسنذكُرُ ثُبُوته لسائر الموتىٰ؛ فكيف بالأنبياء عليهم السلام.

* *

# مماتیوں کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر1: مولوی سرفرازخان صفدر صاحب لکھتا ھے کہ موت کا معنی انقطاع الروح یعنی عن الجبد ہے اور یہ جمھور کا مسلک ہے. جو شخص موت کے اس معنی سے انکار کریں تو اس کا حکم کیا ہے
( حالانکہ قاسم نانوتوی رح عبدالشکور ترمذی اللہ یار چکڑالوی امین اوکاڑوی خالد محمود موت کے اس معنیٰ متعارف کے منکر ہے)۔
جواب:انقطاع الروح عن الجبد جس سے ظاہری طور پر روح کا تصرف فی الابدان ختم ہوجاتی ہے۔۔۔ موت کے اس معنٰی پر سب کا اتفاق ہے اور اس کااعتقاد ضروری ہے ہاں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ یہ قبض وانقطاع ،اخراج روح کے ساتھ ہوتا ہے اور بعض علمائے ملت جن میں قاسم نانوتوی بھی شامل ہیں ان کے ہاں یہ قبض بغیر اخراج روح کے ساتھ ہوتا ہے ۔جمہور کا مسلک راجح ہے کیونکہ خود قاسم نانوتوی رح موت کےاس معنی کو ضروری نہیں سمجھتے۔
سوال نمبر 2 : تمھارا جو عقیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات کے متعلق ہے یہ عقیدہ عقائد ضروریہ میں سے یا نہیں؟
اگر عقائد ضروریہ میں سے ہے تو ان حضرات کا کیا حکم ہے جو اسکو عقائد ضروریہ میں سے نہیں مانتے؟
جیسا کہ علامہ قاسم نانوتوی رح نے لطائف قاسمیہ کے صفحہ پانچ پر لکھا ھے کہ میں یہ عقیدہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا۔
جواب: مطلق حیات بعد وفات کا عقیدہ ہمارے ہاں عقائد ضروریہ میں سے ہے اور اسکا منکر کافر ہے ہاں اس حیات برزخی میں روح اور جسد عنصری کو شریک جاننا اہل سنت

کے اجماعی امتیازی مسائل میں سے ہے اس کا منکر فاسق اور بدعتی ہے اور اس کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ قاسم نانوتوی نے اپنے پیش کردہ موت کے معنی کے متعلق فرمایا کہ میں اسکو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا اور حیات بعد الممات کا عقیدہ اس پر موقوف نہیں۔

سوال نمبر 3: جو حضرات حیات برزخیہ کے منکر ہے اور حیات دنیویہ کی رٹ لگارہے ہیں ان کیا حکم ہے؟

(جبکہ المھند شریف میں حیاۃدنیویۃلابرزخیۃ لکھا ہے)۔

جواب: ہماری دانست کے مطابق کسی دیوبندی نے حیات کے برزخیہ ہونے سے انکار نہیں کیا۔المھند میں حیاۃ برزخیہ سے انکار نہیں کیا گیا ہاں عام مومنوں اور عام لوگوں جیسی حیات برزخی سے انکار کیا گیا ہے چناچہ تصریح ہے لا برزخیہ کما ھی سائر المؤمنین بل لجمیع الناس۔۔۔ یعنی ایسی برزخی حیات نہیں جو تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو حاصل ہے۔۔۔ اور آگے جسد کی حیات کا ذکر کرکے تصریح ہے ان حیوٰتہ دنیویہ برذخیۃ لکونھا فی عالم البرزخ۔۔۔یعنی باعتبار جسد کے دنیوی ہے اور باعتبار عالم کے برزخی ہے۔

سوال نمبر 4: قبر میں مردوں کو حیات کاملہ حاصل ہے یا حیات غیر کاملہ؟

( اگر کہیں کہ حیات کاملہ تو تسکین الصدور ص: 135 او ص:246 سے مخالفت لازم اتا ہے)۔

جواب: ادراک علم اور شعور کی حد تک مردوں کوحیات کاملہ حاصل ہے البتہ اس حیات میں دنیا کے حیاۃ جسمانی کے جملہ لوازمات جیسے محسوس ظاہری نقل و حرکت عادۃ دنیوی خوراک کی احتیاج وغیرہ پیدا نہیں ہوتے اس لحاظ سے یہ حیات غیر کاملہ ہے لہذا کوئی مخالفت نہیں۔

سوال نمبر 5: انبیاء کرام کے عبادات یعنی نماز قیام قعود حج وغیرہ اور قبروں سے نکلنا یہ سارے تصرفات اجسام عنصریہ کے ساتھ ہے یا اجسامثالیہ کے ساتھ؟

اگر یہ افعال اجسام عنصریہ کے ساتھ کرتے ہیں تو تسکین الصدور ص:246 سے مخالفت لازم آتا ہے. اور تعلق التدبیر والتصرف پر بھی کلام لازم آتا ہے جس سے صاحب تسکین الصدور منکر ہے جیساکہ صفحہ: 205 پر ہے..
اوراگر یہ افعال اجسام مثالیہ کے ساتھ کرتے ہیں تو تم اس کا انکار کیوں کرتے ہیں، جیسا کہ تمھارے کتابوں مین لکھا ہے انبیاء کرام ان ابدان عنصریہ کے ساتھ نماز حج وغیرہ افعال ادا کرتے ہیں جیسا کہ حیات الانبیاء ص:33 ص:76 اعظم مردانی اور اسطرح رحمت کائنات ص:225 ) پر موجود ہے۔
جواب:جملہ عبادات برزخیہ جسم عنصری اور روح دونوں سے ادا ہوتے ہیں اس میں جسم روح کے تابع ہوتا ہےاور اس کے کے لئے روح اور جسم عنصری کے ما بین مخصوص برزخی تعلق کافی ہے اور اس کے لیے تصرف فی الابدان والا دنیوی تعلق ضروری نہیں کیونکہ یہ تعلق محسوس ہونے والی ظاہری افعال نقل و حرکت کے لیے ضروری ہے اور برزخی افعال اس قبیل سے نہیں۔۔۔۔۔۔پھر ان افعال کے لیے قبر سے خروج بھی ضروری نہیں بلکہ ان کے حق میں قبر اور برزخ کا دائرہ کا وسیع ہونا کافی ہے۔ ہمارے ہاں جسم مثالی کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر جسم عنصری کو قبر محفورہ میں تصور کیا جائے تو یہ جسد عنصری ہے اور اگر اس جسد عنصری کو روح کے ساتھ جنت میں سیر سیاحت میں شریک و مشغول تصور کیا جائے تو یہ جسم مثالی ہے۔ عرض ایک ہی جسد ہے مگر حیثیت مختلف ہے۔
سوال 6: قبر اور برزخ میں کونسی نسبت ہے؟ تمھارے ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے.جیسا کہ حیات الانبیاء مردانی ص:55 پر موجود ہے. جس سے یي بات ثابت ہوتی ہے کہ عذاب برزخ عذاب قبر نہیں ہے تو عذاب قبر سے انکار لازم آتا ہے.. اور یہ بات بعینہ عقیدہ غورشتوی ص :96 پر موجود ہے... اگر عذاب قبر اور عذاب برزخ میں نسبت خصوص مطلق ہوجائے تو پھر صاحب تسکین الصدور کے اس قول کا کیا مطلب ہے: "ومما ینبغی ان یعلم ان عذاب القبر ھو

عذاب البرزخ" وہ تو مساوات کا قائل ہے. تسکین الصدور صفحہ: 96۔
جواب: قبر کا حقیقی اطلاق اس گڑھے پر کیا جاتا ہے جس میں میت دفن ہوتی ہے اور مجازی طور پر اس برزخی مقام پر بھی بولا جاتا ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں اگر عموم مجاز کے اعتبار کرکے قبر سے حقیقی اور مجازی معنٰی دونوں مراد لیں تو عذاب قبر اور عذاب برزخ میں مساوات ہے اور اگر قبر سے صرف حقیقی معنٰی لیا جائے تو پھر اس میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے اور اس سے صرف قبر حقیقی میں عذاب کا انکار لازم آئے گا جو مضر نہیں کیونکہ اس صورت میں میت کو قبر حقیقی ملی نہیں بلکہ قبر مجازی ملی ہے۔

سوال نمبر7: حیات الاموات یا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تمھارا حیات دنیویہ کا اطلاق کرنا اطلاق شرعی ہے یا اطلاق احترازی.
اگر اطلاق احترازی ہو تو اللہ سے ڈرو اور توبہ کرو...
اگر اطلاق شرعی ہو تو اطلاق شرعی کیلئے شرعی دلیل ضروری ہے وہ دلیل دیکھا دو.
نوٹ . متاخرین کا قول حجت اور دلیل نہیں ہے. سماع الموتی صفحہ: 176
جواب: چونکہ اہل سنت کا اجماعی موقف میں یہ حیات روح اور جسد دنیوی دونوں کو حاصل ہے اور جب جسد دنیوی کے حیات سے انکار کاخوف پیدا ہوگیا تو حیات برزخیہ کے ساتھ دنیویہ کا لفظ احترازاًبڑھا دیا گیا اور جب اشاعت نے اس میں نزاع پیدا کیا تو دنیویہ کا لفظ کاٹ کر اس میں روضہ اقدس والی جسد کا اضافہ کیا گیا حتی کہ مماتیت کاآغاز ہوا تو اس میں جسد عنصری کے الفاظ بڑھا دئے گئے اور مفہوم سب کا ایک ہے اور اس میں ہم نے اجماع کی موافقت کی ہے۔
مثلاً اجماع کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام جسد کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اگر کوئی صرف روحانی رفع مراد لیں یا کوئی اور جسد تجویز کریں تو ان سے احتراز کے لیے جسد کے ساتھ عنصری کا قید بڑھانا ضروری ہی ہوگا ۔

سوال نمبر 8: اگر کوئی شخص عام اموات اور شہداء کے ارواح کا تعلق اس کے ابدان عنصریہ کے سے نہیں مانتا تو اس کا حکم کیا ہے؟. آب حیات ص:40. 197 ص:198 جمال قاسمی ص:14 مشکلات القرآن لانور شاہ کشمیری رح تحت قولہ تعالی: کیف تکفرون باللہ الایۃ....

جواب: جمہور اہل سنت کا یہی قول ہے کہ قبر کی کاروائی روح اور جسد دونوں پر وارد ہوتی ہے۔

چنانچہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں :المشھور الثانی اختارہ اکثر شارح الھدایۃ و ھو المختار وان صار البدن ذرۃ ذرۃ فی الدنیا (العرف الشذی برھامش ترمذی ج/1ص/314)

ترجمہ: روح اور جسد دونوں کیلئے عذاب کا قول مشہور ہے شارحین ہدایہ کی اکثریت نے اس کو پسند کیا ہے اور وہی مختار ہے اگر چہ وہ دنیا میں ذرہ ذرہ کیوں نہ ہو جائے۔

حضرت شاہ صاحب ہی فرماتے ہیں: اقول والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر (فیض الباری ج/2ص467)

ترجمہ: میں کہتا ہوں سماع موتی کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پر بایں ہمہ تعلق بھی موجود ہے گو ضعیف ہے اور واسطہ آواز میں سیلان اور لچک بھی موجود ہے گو خفیف ہے اس لیے اگر ادھر سے بوجہ توجہ واقتراب جو محبت مذکورہ کو لازم تلقی آواز یعنی استماع ہو تو بعید نہیں اس لیے مناسب یوں ہے کہ قبرستان میں گزرے تو سلام سے دریغ نہ کرے۔(جمال قاسمی ص10)

الغرض ہمارے اکابر میں سے کسی نے مطلقاً تعلق کا انکار نہیں کیا۔ اور عام اموات کے ارواح کا تعلق بھی انکے ابدان عنصریہ سے موجود ہے اس کا خلاف کسی کے تفرد کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ وہ کالعدم ہے۔

سوال نمبر 9: جو لوگ قبروں میں پڑے ہیں ان پر آپ میت کا اطلاق کرتے ہیں یا نہں؟ اگر نہیں کرتے تو یہ نصوص قرانیہ کا انکار ہے . اگر کرتے ہیں تو آپ لوگ تو حیات دنیویہ کے قائل ہیں .
تو موت اور حیات کے درمیان تقابل عدم والملکہ یا تقابل تضاد ہے تو دو متقابل چیزیں کیسے جمع ہوئی؟
جواب: یہاں کوئی تضاد نہیں کیونکہ موت اور حیات کا اطلاق مختلف حیثیت سے ہے تضاد تب ہوتا جب دونوں کا اطلاق ایک جہت سے ہوتا عالم دنیا کے اعتبار سے سب پر میت کا اطلاق ہوتا ہے مگر عالم قبر و برزخ کے اعتبار سے وہ زندہ ہیں اس لیے ان کے لیے حیات کا اطلاق بھی جائز ہے۔۔۔ اور ہم نہ عالم دنیا کے اعتبار سے حیات کے قائل ہیں اور نہ اس اعتبار سے اسکو حیات دنیویہ کہتے ہیں بلکہ ہمارے ہاں عالم برزخ کے برزخی زندگی میں روح اور دنیا والا جسد دونوں شریک ہے یعنی عالم کے اعتبار سے برزخیہ ہے نہ کہ دنیویہ۔۔۔۔ ہاں جسد کے لحاظ سے دنیویہ ہے کہ دنیا والا جسد روح کے ساتھ حیات برزخی میں شریک ہے۔
سوال نمبر 10: مبتدعین اور واھیاتیوں سے ایک سوال ہے کہ مولوی حمداللہ جان ڈاگیؒ اور کمپنی تمھارے اکابرین میں سے ہے کہ نہیں؟
اگر تمھارے اکابرین میں سے ہیں تو پھر پہلا مناظرہ رضاخانی عقائد پر ہوگا.
اگر تمھارے اکابر نہیں تو پھر ان کے ھم مسلک لوگوں کا حکم بیان کریں تاکہ تمھارے اور ان کے درمیان فرق ہو جائے.

تلك عشرة كاملة

سیدعبداللہ شاہ توحیدی الحنفی

الجواب: ہمارے اکابر وہی حضرات ہیں جنہوں نے المھند علی المفند اور تسکین الصدور پر تقریظات تحریر فرمائیں۔ علامہ حمد اللہ جان ڈاگئی کی کتاب البصائر کو نہ رضاخانیوں نے سمجھا ہے اور نہ مماتیوں نے اس لیے دونوں فریقین البصائر کے متعلق افراط تفریط کا

شکار ہیں باقی عقائد اور خصوصا عقیدہ حیات بعد الممات میں علامہ حمد اللہ جان ڈاگئی اکابر دیوبند کے ہم نوا ہیں۔

والسلام!

بندہ الیاس علی شاہ

# عام سماع اموات مختلف فیہ مسئلہ ہے

ہمارے علمائے دیوبند کی تحقیق میں عام اموات کا سماع عند القبور مختلف فیہ مسئلہ ہے۔
1)۔۔حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

" یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہا ہے"۔

( فتاوی رشیدیہ ص84)

"اور سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے"۔

(فتاوی رشیدیہ ص112)

" مسئلہ سماع میں حنفیہ باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دومذہب کی تائید ہوتی ہے پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے، کیونکہ اول زمانہ قریب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں۔۔۔۔"۔

( فتاوی رشیدیہ ص540)

2)۔۔ حضرت اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

" دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں، ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟"۔

(امداد الفتاویٰ ج5 ص379)

"عرض اس طرح جانبین میں کلام طویل ہے اور دونوں شقوں میں وسعت ہے"۔

(التکشف ص450)

3)۔ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

"مسئلہ سماع موتیٰ قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا۔ قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے"۔

(کفایت المفتی ج1 ص196 وفی نسخۃ ص202 ، 203)

# اکابر اشاعت کی تحقیقات

1)۔ شیخ الحدیث قاضی شمس الدینؒ تحریر فرماتے ہیں:

" ہمارے شیخ حضرت حسین علی صاحب مرحوم ومغفور مسئلہ سماع موتیٰ میں فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے ، اس میں زیادہ شدت اور بحث وتمحیص نہ کی جائے اور زیادہ کوشش توحید وسنت کی اشاعت اور شرک کی تردید میں کی جائے"۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی اگست 1984 ص46)

2)۔۔شیخ القرآن غلام اللہ خان مرحوم کی تفسیر جواہر القرآن میں لکھا ہے:

"سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں جن کی نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا مدار ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور نظر و تحقیق کی گنجائش ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں۔

( جواہر القرآن۔ الروم ، ص 902)

3)۔۔۔ شیخ القرآن محمد طاہر صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

" میرے نزدیک انکار سماع کا قول راجح ہے اور سماع کا قول مرجوح ہے لیکن اس کے باوجود میں سماع موتی کے قائلین کو کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں کہتا ہوں۔۔۔۔"۔

( ماہنامہ تعلیم القرآن جولائی اگست 1984،ص12)

## جمہور اہل اسلام سماع موتٰی کے قائل ہیں

1)۔۔وذہبت طوائف من اہل العلم الی سماعہم فی الجملہ وقال ابن عبد البر ان الاکثرین علی ذٰلك وھو اختیار ابن جریر طبری و کذا ذکرہ ابن قتیبة وغیرہ۔۔" (روح المعانی ج6ص454)

ترجمہ:۔ اہل علم کے کئی طائفے اس طرف گئے ہیں کہ مردے فی الجملہ سنتے ہیں۔ امام ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ علماء کی اکثریت اس پر ہے اور اسی کو امام ابن جریر طبریؒ نے اختیار کیا اور اسی طرح امام ابن قتیبہؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

2)۔۔"والسف مجمعون علی هذا وقد تواترت الاخبار عنهم بأن المیت یعرف بزیارة الحی له ویستبشر به"۔۔(کتاب الروح لابن القیم ص4)

ترجمہ:۔ حالانکہ سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے خبریں منقول ہیں کہ مردہ اس زندہ کو جو اس کی کی زیارت کے لئے آتا ہے پہچانتا ہے اور اس سے مردہ کو خوشی بھی ہوتی ہے۔

3)۔۔"وقد خالفها الجمهور فی ذلك وقبلوا حدیث ابن عمر لموافقة من رواه غیره علیه"۔۔(فتح الباری لحافظ ابن حجر عسقلانی ج3،ص477)

ترجمہ:۔ اور یقینا جمہور اہل اسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت قبول کیا ہے۔۔

## مسئلہ کے مختلف فیہ ہونے اور جمہور صحابہ کے قائل ہونے کی دلیل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے سماع کی تاویل علم سے کی ہے مگر اس تاویل کو کسی ایک صحابی نے قبول نہیں کیا نہ بعد کے جمہور امت نے اس کو قبول کیا۔۔ تاریخی

لحاظ سے خود امی عائشہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی صحابہ سماع کے قائل تھے۔۔

چناچہ امی عائشہ فرماتی ہیں:

"قالت عائشہ:والناس یقولون:لقد سمعوا ما قلت لہ۔۔۔"(مسند احمد ج6ص376وقال ھیثمی ﷺ رجالہ ثقات مجمع الزوائد ج6ص87)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:لوگ کہتے ہیں کہ یقینا(موتی) نے سن لیا جو میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم ) نے کہا۔

معلوم ہوا کہ جمہور صحابہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دور میں سماع موتی کے احادیث زور وشور سے روایت کرتے رہے ہیں۔ اور بقول علامہ ابن حجرؒ کے بعد کے جمہور نے بھی جمہور صحابہ کی روایت قبول کئے جیسے

1. حدیث انس عن عمر( مسلم ج1 ص 263)
2. حدیث انس عن ابی طلحۃ صحیح بخاری ج2 ص566)
3. حدیث ابن مسعود ( مجمع الزوائد ج6ص88)
4. حدیث عبد اللہ ابن سیدان( مجمع الزوائد ج6، فتح الباری ج8 ص306،305)

ان صحابہ کی روایات عبد اللہ ابن عمر کی روایات کے موافق ہیں۔

## سماع موتی فی الجملہ ثابت اور راجح ہے

ہمارے پاس اس پر درجہ ذیل وجوہ الترجیح ہیں

1)۔۔ ادراک وشعور وسماع حیات برزخی کے لوازم میں سے ہیں۔۔ اذا ثبت الشئ ثبت بلوازمه(اصول الشاشی) ۔ ندائے حق جلد اول ص 514۔
میت کے لئے برزخی کلام ، سماع ،رؤیت، جلوس وقعود ، چیخ وپکار، اُنس احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔

## میت کلام بالصوت کرتی ہے ۔

قالت: قدمونی.... قالت یاویلها !این تزهبون بها ؟ یسمع صوتها کل شئی الا الانسان.... (بخاری ج1ص175،176)

## مردوں کو فرشتے بٹھاتے ہیں اور سوالات پوچھتے ہیں۔ مردے سن کر جواب دیتے ہیں

اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ ما تقول فی ھذا الرجل محمد فیقول اشھد انہ عبدہ ورسولہ الحدیث (بخاری ج1ص178، 183،184، اخرجه مسلم فی صفة النار)

## مردے قبر سے دوزخ وجنت کے ٹھکانے دیکھ لیتے ہیں۔

عن انس عن النبی اذا وضع العبد فی قبرہ (الی ان قال) فیقال لہ انظر الی مقعدك من النار قد ابدلك اللہ بہ مقعدا من الجنة فیراھما جمیعا (بخاری ج1ص183،184)

## مردہ چیختا ہے اور غیر ثقلین بہائم(چوپائے) ان کی آواز سنتے ہیں

قال: ثم یضرب بمطرقة من حدید ضربة بین اذنیه فصیح صیحة یسمعها من یلیه الا الثقلین (بخاری ج1 ص178 ابو داود ج2 ص653)

عن عبدالله ابن مسعود عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الموتیٰ لیعذبون فی قبورهم حتیٰ ان البهائم تسمع اصواتهم (مجمع الزوائد ج3 ص56)

## مردے زندوں کے دعا و ذکر سے مانوس ہوتے ہیں

عن عمرو بن العاص قال: فاذا دفنتمونی فسنوا علی التراب سنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی (مسلم ج1 ص76 وابو عوانه ج1 ص71)

# 2)۔۔ سماعِ موتیٰ لکلام الاحیاء پر احادیث صریحہ صحیحہ ثابت ہے۔

جیسے

1. سماع اہل قلیب بدر عن ابن عمر (بخاری)
2. حدیث انس عن عمر (مسلم ج1 ص 263)
3. حدیث انس عن ابی طلحۃ صحیح بخاری ج2 ص566)
4. حدیث ابن مسعود ( مجمع الزوائد ج6ص88)
5. حدیث عبد اللہ ابن سیدان( مجمع الزوائد ج6، فتح الباری ج8 ص306،305)

## موتی زندوں کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہیں

حدیث انس۔انہ لیسمع قرع نعالھم۔۔الحدیث(بخاری ج1ص178)

## احادیث السلام علی القبور کا تقاضا بھی یہی ہے۔

امام نووی ﷫ فرماتے ھیں:وھو الظاھر المختار الذی تقتضیہ احادیث السلام علی القبور واللہ اعلم (نووی شرح مسلم ج2 ص387)

یعنی ان قلیب البدر کے مردوں کے سماع سے مطلق سماع موتی مراد ہے یہی ظاہر اور پسندیدہ ہے قبروں پر سلام کرنے والی حدیثوں کا تقاضا بھی یہی ہے۔

# 3)۔۔ جمہور صحابہ اور علمائے اہل سنت سماع موتی کے قائل ہیں۔

نوٹ: قائلین سماع موتی کے نزدیک آیات میں سماع نافع کی نفی ہے اور موتی اور کفار میں وجہ شبہ عدم انتفاع ہے۔۔
وجہ شبہ عدم انتفاع ہے نہ عدم سماع ادراک۔۔
دلیل نمبر1۔۔۔ اگر وجہ شبہ عدم سماع حسی قرار دیا جائے تو( ان تسمع الا من یومن) کا مطلب ہوگا کہ آپ صرف مومنوں کو حسی طور پر آواز سنا سکتے ہیں اور کافروں کو نہیں جبکہ حسی طور پر سماع میں مومن اور کافر ایک جیسے تھے۔۔ فرق انتفاع اور عدم انتفاع میں ہے ۔۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ کا کلام مومنوں کو نفع دیتا ہے اور کفار کو نفع نہیں دیتا۔ (ان تسمع من یومن) سے معلوم ہوا کہ موتی اور کفار میں وجہ تشبیہ عدم انتفاع ہے۔۔۔۔
دلیل نمبر2۔۔۔۔ اگر وجہ شبہ حسی طور پر عدم سماع قرار دیا جائے تو( اذا ولو مدبرین) کا فائدہ فوت ہوجائے گا کیونکہ صم کے لئے ادبار اور اقبال کی دونوں حالتیں حسی طور پر سماع عدم سماع میں برابر ہیں۔ اگر وجہ شبہ عدم انتفاع قرار دیا جائے تو دونوں حالتیں میں فرق ظاہر ہوگا کہ حالت اقبال میں ممکن ہے اشارات وحرکاتِ متکلم سے نفع اٹھائے بخلاف حالت ادبار کے کہ اشارات وحرکاتِ متکلم سے بھی انتفاع نہ ہوگا۔۔
دلیل نمبر 3۔۔۔ استعارہ کے قواعد کے لحاظ سے عدم سماع کو وجہ شبہ قرارا دینا درست نہیں۔

(ا) اس لئے کہ وجہ شبہ، مشبہ اور مشبہ بہ میں مشترک ہوتا ہے

(مختصر المعانی ص200، المطول ص528)

یہاں عدم سماع حسی میں جانبِ مشبہ (کفار) سے اشتراک نہیں کیونکہ وہ تو حسی طور پر سنتے تھے مگر فائدہ نہیں اٹھاتے۔
(ب) وجہ شبہ کو عقلاء لفظوں سے نہیں سمجھتے بلکہ الفاظ کے معانی سے سمجھتے ہیں

"ان موضوعها علی انك تثبت بها معنی لایعرف السامع ذٰلك المعنی من اللفظ ولٰکنه یعرفه من معنی اللفظ"۔۔

(دلائل الاعجاز ص230)

اگر وجہ شبہ عدم سماع قرار دیا جائے تو سامع اسکو انک لا تسمع الموتی کے الفاظ سے سمجھ لیتا ہے پھر یہ استعارہ کیسے ہوا؟! ہاں وجہ شبہ عدم انتفاع ہو تو سامع اسکو الفاظ کے معانی سے سمجھ لیتا ہے۔۔
دلیل نمبر4۔۔۔ جمہور مفسرین بھی وجہ شبہ عدم انتفاع ذکر کرتے ہیں

انما شبهوا بالموتی لعدم انتفاعهم باستماع ما یتلی علیهم۔

( تفسیر بیضاوی علی القرآن العظیم ص321)

شبههم فی عدم انتفاع بما یتلی علیهم

(جلالین س174،السراج المنیر ض2،ص21)

لاتسمعهم شیئا ینفعهم

(تفسیر ابن کثیر ض3 ص384)

انك لاتسمع الموتیٰ اء الکفار فانهم کالموتی فی عدم الانتفاع بما یستمعون (الی قوله) ان تسمع سما انتفاع الامن یؤمن۔

(تفسیر جامع البیان س334)

ان کے علاوہ

1. علامہ قرطبیؒ (تفسیر قرطبیؒ ج14، ص340)،
2. امام ابو البرکات علامہ نسفیؒ (تفسیر مدارک الجز الثالث ص85 طبع دمشق)،
3. حافظ ابن تیمیہ (فتاوی ابن تیمیہ ج4 ص298)،
4. حافظ ابن قیم (کتاب الروح ص55)،
5. علامہ بدر الدین بعلی الحنبلی (مختصر الفتاوی المصریہ ص189)،
6. حافظ ابن حجر (فتح الباری ج3ص477)،
7. علامہ عبد العزیز فرہاروی (نبراس ص281) وغیرھم

جملہ حضرات بھی وجہ شبہ عدم انتفاع بیان کرتے ہیں۔۔

دلیل نمبر۔۔5۔۔۔ انك لاتسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور سے بالاجماع بعبارۃ النص عدم سماع حقیقی کی نفی مقصود نہیں بلکہ کفار سے سماع کا مجازی معنی کی نفی مقصود ہے یعنی عدم انتفاع بمسموعهم اور اس کے لئے کلام کا سوق

ہے سیق الکلام لاجلہ۔۔۔ اور باشارۃ النص وہی انتفاع موتی سے بھی منفی ہوگا اگر اس سے سماع کا معنی حقیقی کی نفی مراد لیاجائے توایک ہی لفظ سے حقیقت اور مجاز دونوں مراد لینا لازم آئے گا جو خلاف اصول ہے۔اسی طرح بدلالۃ النص بھی موتی سے انتفاع ہی منفی ہوگا کیونکہ عبارۃ النص اور دلالۃ النص کی علت(لغوی) ایک ہوتا ہے۔

دلیل نمبر۔۔6: "قاعدہ یہ ہے کہ جس لفظ میں دو معنوں کے احتمال ہوں، ایک احتمال میں تخصیص کرنی پڑتی ہے اور دوسرے احتمال میں لفظ اپنے عموم پر رہتا ہے تو ایسے معنٰی پر حمل کرنا جس سے عموم برحال رہے اس معنی سے بہتر ہے جو تخصیص کا باعث ہو اگرچہ وہ معنی مجازی ہو جس سے عموم قائم رہتا ہو یعنی ایسے موقع پر مجاز لینا حقیقت سے اولٰی ہے ، مگر عموم برحال رہنا چاہیے اگرچہ حقیقت کو چھوڑنا پڑے مثلاً اولامستم النساء میں ملامست کا لفظ ہے اور اس کے دو معنی ہیں

1۔۔ حقیقی( ہاتھ لگانا، چھونا)

2۔۔ مجازی(جماع)

امام شافعی حقیقی معنی مراد لیتے ہے کیونکہ یہ اصل ہے لیکن النساء کے عموم سے غیر المحارم کی قید بڑھاکر مخصوص منہ البعض بنا کر محارم کو حکمِ عمومی سے نکالا اور حنفی مجازی معنی لیتا ہے اور النساء کا عموم برحال رکھتے ہیں کیونکہ لفث کے تمام موجب پر عمل کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ بعض موجب لفظ کو ترک کریں کیونکہ تمام موجب پر عمل کرنے میں فائدہ کثیرہ ہے۔۔۔۔ بعدہ متن اصول الشاشی"۔

(ندائے حق جلد اول، ص301)

اسی طرح ہم کہتے ہیں انك لاتسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور آیات میں عدم اسماع کے فرع عدم سماع کے دو معنی ہیں

1۔۔۔ حقیقی( عدم ادراک المسموعات)،

2۔۔۔مجازی(عدم انتفاع من الواعظ والتذکیر، عدم قبول ھدایت)

اہل سنت میں جو منکرین سماع ہیں وہ حقیقی معنی لیتے ہیں لیکن اجماعی مسلک کے مطابق وہ حضرات الموتی کے عموم سے الانبیاء علیھم السلام کا استثناء کرتے ہیں جیسے مناسک کے باب میں تصریح کرتے ہیں اور اس طرح سماع اھل قلیب بدر اور سماع خفق النعال فی اول الوضع کی تخصیص کرتے ہیں جبکہ قائلین مجازی معنی مراد لیتے ہیں اور الموتی کا عموم بحال رکھتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد سب دارالعمل میں نہیں رہے جن کوانتفاع من الواعظ والتذکیر اور ھدایت قبول کرنا تھا دنیا میں کیا ہے اور جو لوگ بسبب مہر جباریت محروم رہے اب محروم ہی رہے گے ،سب کو مرنے کے بعد اس امر سے کچھ تعلق نہ رہا۔۔

اب بقول نیلوی یہاں دو معنوں کے احتمال ہے، ایک احتمال میں تخصیص کرنی پڑتی ہے اور دوسرے احتمال میں لفظ اپنے عموم پر رہتا ہے تو ایسے معنٰی پر حمل کرنا جس سے عموم برحال رہے اس معنی سے بہتر ہے جو تخصیص کا باعث ہو اگرچہ وہ معنی مجازی ہو جس سے عموم قائم رہتا ہو یعنی ایسے موقع پر مجاز لینا حقیقت سے اولٰی ہے ، مگر عموم برحال رہنا چاہیے اگرچہ حقیقت کو چھوڑنا پڑے۔

مجازی معنی کو مفسرین اور علماء عظام نے بیان کیا ہے جیسے سابقہ حوالوں سے واضح ہے۔۔

نیلوی مرحوم لکھتے ہیں:

"جب اس آیت میں تین مفہوم کا احتمال ہے تو حسب قاعدہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اس ایت کوحیاۃ انبیاء کی دلیل بنانا ہی سرے سے باطل ٹھیرا۔ ۔۔۔

ندائے حق جلد دوم ص10

"نیلوی کہتا ہے کہ یہ آیت بھی کئی معنوں کی محتمل ہے اور احتمال سے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا چنانچہ اس (1) آیت کے معنی یہ بھی ہیں جو سدی نے بیان کئے ہیں کہ

حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے تورات اپنی رضامندی سے قبول کی تھی آپ اس بات میں شک نہ کرنا چاہئے ۔۔۔ ندائے حق جلد دوم ص16

گویا نیلوی کے قواعد کے مطابق مماتیوں کا اس سے عقیدہ عدم سماع موتی پر استدلال باطل ہے اور مزکورہ احتمال(معنی مجازی کے ہوتے ہوئے اس) سے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا۔۔۔۔

مفسر قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"وقد احتجت عائشة رضی اللہ عنہا فی انکارھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسمع موت بدر بھذہ الآیہ فنظرت فی الامر بقیاس عقلی ووقفت مع ھذا الآیة وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما انتم باسمع منھم"

تفسیر قرطبیؒ ج13، ص232)

ترجمہ:۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے سماع موتی کے انکار میں اس آیت سے دلیل پکڑی ہے پس ان کا یہ نظریہ عقلی قیاس پر مبنی ہے کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں ہیں۔

علامہ داود بن سلیمان البغدادی الحنفی لکھتے ہیں:

"قال ابن تیمیہ فی کتاب الانتصار للامام احمدؒ وانکار عائشة رضی اللہ عنہا سماع اھل القلیب الکفار معذورة فیہ لعدم بلوغھا النص وغیرھا لا یکون معذورا۔

(المنحۃ الوھبیۃ ص13)

ترجمہ:۔ امام ابن تیمیہ ؒ نے اپنی کتاب الانتصار للامام احمدؒ میں کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قلیب بدر کے مردوں کے بارے میں سماع کا انکار کرنا عذر کی بناء پر تھا وہ اس میں معذور تھیں کیونکہ ان کو نص حدیث نہیں پہنچی تھی لیکن ان کے علاوہ کوئی اور معذور شمار نہیں کیا جاسکتا۔

# تحقیق حدیث "إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ"

میں نے خضر حیات کا ایک ویڈیو کلپ سماعت کی جس میں اس نے سماع خفق النعال والی متفق علیہ حدیث کے حدیث ہونے سے انکار کردیا اور آخر میں کہا کہ یہ روایات راویوں کا گپ ہے۔

جواب:۔ یہ قول کسی جاہل ملحد کا ہوسکتا ہے ایسا شخص قابل تعزیر ہے اور اس کا یہ قول مردود ہے

1) اس لئے کہ یہ روایت صحیح اسانید کثیرہ سے منقول ہے۔ جس کے فرمان رسول ہونا خبر مشہور کی طرح یقینی ہے

2) اہل سنت میں سے جو منکرین سماع الموتی ہیں انہوں نے بھی اس کے فرمان رسول ہونے سے انکار نہیں کیا نہ اسے گپ کہا۔

## حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(1) حدثنا عياش حدثنا عبد الأعلى حدثنا سعيد قال وقال لي خليفة حدثنا يزيد بن زريع حدثنا سعيد عن قتادة عن أنس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال العبد إذا وضع في قبره وتولى وذهب أصحابه حتى إنه ليسمع قرع نعالهم أتاه ملكان فأقعداه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل محمد صلى الله عليه وسلم فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله فيقال انظر إلى مقعدك من النار أبدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبي صلى الله عليه وسلم فيراهما جميعا وأما الكافر أو

المنافق فيقول لا أدری کنت أقول ما يقول الناس فيقال لا دريت ولا تليت ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين أذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه إلا الثقلين

صحيح البخاری، کتاب الجنائز ،باب الميت يسمع خفق النعال

2)حدثنا عبد بن حميد حدثنا يونس بن محمد حدثنا شيبان بن عبد الرحمن عن قتادة حدثنا أنس بن مالك قال قال نبی الله صلی الله عليه وسلم إن العبد إذا وضع فی قبره وتولی عنه أصحابه إنه ليسمع قرع نعالهم قال يأتيه ملكان فيقعدانه فيقولان له ما کنت تقول فی هذا الرجل قال فأما المؤمن فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله قال فيقال له انظر إلی مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة قال نبی الله صلی الله عليه وسلم فيراهما جميعا قال قتادة وذکر لنا أنه يفسح له فی قبره سبعون ذراعا ويملأ عليه خضرا إلی يوم يبعثون

صحيح مسلم ، کتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها ،باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه

3)وحدثنا محمد بن منهال الضرير حدثنا يزيد بن زريع حدثنا سعيد بن أبی عروبة عن قتادة عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم إن الميت إذا وضع فی قبره إنه ليسمع خفق نعالهم إذا انصرفوا حدثنی عمرو بن زرارة أخبرنا عبد الوهاب يعنی ابن عطاء عن سعيد عن

قتادة عن أنس بن مالك أن نبی الله صلی الله علیه وسلم قال إن العبد إذا وضع فی قبره وتولی عنه أصحابه فذکر بمثل حدیث شیبان عن قتادة

صحیح مسلم » کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها » باب عرض مقعد المیت من الجنة أو النار علیه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه

4) أخبرنا أحمد بن أبي عبید الله الوراق قال حدثنا یزید بن زریع عن سعید عن قتادة عن أنس أن النبی صلی الله علیه وسلم قال إن العبد إذا وضع فی قبره وتولی عنه أصحابه إنه لیسمع قرع نعالهم

سنن النسائی » کتاب الجنائز » التسهیل فی غیر السبتیة وسنن النسائی » کتاب الجنائز » مسألة الکافر

5) أخبرنا محمد بن عبد الله بن المبارك وإبراهیم بن یعقوب بن إسحق قالا حدثنا یونس بن محمد عن شیبان عن قتادة أنبأنا أنس بن مالك قال قال نبی الله صلی الله علیه وسلم إن العبد إذا وضع فی قبره وتولی عنه أصحابه إنه لیسمع قرع نعالهم قال فیأتیه ملکان فیقعدانه فیقولان له ما کنت تقول فی هذا الرجل فأما المؤمن فیقول أشهد أنه عبد الله ورسوله فیقال له انظر إلی مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة قال النبی صلی الله علیه وسلم فیراهما جمیعا

سنن النسائی » کتاب الجنائز » المسألة فی القبر

6)حدثنا محمد بن سليمان الأنباري حدثنا عبد الوهاب يعني ابن عطاء عن سعيد عن قتادة عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال إن العبد إذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه إنه ليسمع قرع نعالهم

سنن أبي داود » كتاب الجنائز » باب المشي في النعل بين القبور

7)حدثنا روح بن عبادة حدثنا سعيد عن قتادة عن أنس بن مالك ويونس حدثنا شيبان حدثنا قتادة حدثنا أنس بن مالك أن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال إن العبد إذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه حتى إنه ليسمع قرع نعالهم أتاه ملكان فيقعدانه فيقولان له ما كنت تقول في هذا الرجل لمحمد صلى الله عليه وسلم فأما المؤمن فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله فيقال انظر إلى مقعدك من النار فقد أبدلك الله به مقعدا في الجنة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيراهما جميعا قال روح في حديثه قال قتادة فذكر لنا أنه يفسح له في قبره سبعون ذراعا ويملأ عليه خضرا إلى يوم يبعثون ثم رجع إلى حديث أنس بن مالك قال وأما الكافر والمنافق فيقال له ما كنت تقول في هذا الرجل فيقول لا أدري كنت أقول ما يقول الناس فيقال له لا دريت ولا تليت ثم يضرب بمطراق من حديد ضربة بين أذنيه فيصيح صيحة فيسمعها من يليه غير الثقلين وقال بعضهم يضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه

مسند أحمد » باقي مسند المكثرين » مسند أنس بن مالك رضي الله عنه

8)حدثنا عبد الوهاب حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال إن العبد إذا وضع فى قبره وتولى عنه أصحابه إنه ليسمع خفق نعالهم فيأتيه ملكان فيقولان له ما كنت تقول فى هذا الرجل يعنى محمدا صلى الله عليه وسلم قال أما المؤمن فيقول أشهد أنه عبد الله ورسوله فيقال له انظر إلى مقعدك فى النار قد أبدلك الله به مقعدا فى الجنة فيراهما جميعا

مسند أحمد » باقى مسند المكثرين » مسند أنس بن مالك رضى الله عنه

9)وثابت عن أنس بن مالك، عن النبى صلى الله عليه وسلم (ما أخبرنا) محمد بن عبد الله الحافظ، أنبأ أبو الفضل الحسن بن يعقوب العدل، ثنا يحيى بن أبي طالب، ثنا عبد الوهاب -يعنى ابن عطاء- عن سعيد، عن قتادة، عن أنس بن مالك أن نبى الله صلى الله عليه وسلم قال: إن العبد إذا وضع فى قبره وتولى عنه أصحابه إنه ليسمع قرع نعالهم، يأتيه ملكان فيقولان: ما كنت تقول فى هذا الرجل -يعنى محمدا- صلى الله عليه وسلم؟ قال: فأما المؤمن فيقول: آمنت أنه عبد الله ورسوله. فيقال له: انظر إلى مقعدك فى النار، قد أبدلك الله مقعدا فى الجنة فيراهما جميعا. رواه مسلم فى الصحيح، عن عمرو بن زرارة، عن عبد الوهاب، وأخرجه البخارى من وجه آخر عن سعيد بن أبي عروبة. فيحتمل أن يكون النبى صلى الله عليه وسلم رأى بنعليه قذرا فأمره أن يخلعهما لأجل ذلك، ويحتمل غير ذلك، والله أعلم

السنن الکبریٰ، کتاب الجنائز، جماع أبواب البکاء علی المیت، باب المشی بین القبور فی النعل)

10)وبه: عن مطر الوراق، عن أنس بن مالك، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "إذا وضع المیت فی قبره، وتولی عنه أصحابه، وإنه لیسمع خفق نعالهم، أتاه ملکان، فیقعدانه، فیقولان: ما کنت تقول فی هذا الرجل؟ یعنی محمدا صلی الله علیه وسلم، فأما المؤمن فیقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله، فیقال له: انظر إلی مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة، فیراهما جمیعا".

المعجم الأوسط للطبرانی، باب المیم، من اسمه محمد، محمد بن إسحاق بن موسی المروزی

## حدیث ابی هریرة رضی الله عنه

11)حدثنا وکیع عن سفیان عن السدی عن أبیه عن أبی هریرة رفعه قال: إنه لیسمع خفق نعالهم إذا ولوا مدبرین

المصنف ابن ابی شیبة، کتاب الجنائز، فی المسألة فی القبر ج3ص378

12)حدثنا عبد الله حدثنی ابی حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انه یسمع خفق نعالهم اذا ولوا...

(مسند احمد ج2 ص348)

13) اخبرنا الحسن بن سفیان حدثنا عبد الواحد بن عیاث حدثنا معتمر بن سلیمان قال سمعت محمد بن عمرو یحدث عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔

(موارد الظمان ص197 نمبر781)

14) حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، ثنا محمد ابن اسحاق الصغانین ثنا سعید بن عامر، ثنا محمد بن عمرو بن علقمۃ، ون ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین۔۔۔

(مستدرک حاکم ج1 ص379)

15) علی بن الحمشاد العدل، ثنا ابراھیم بن اسحاق الحربی، ثنا موسیٰ بن اسماعیل، ثنا حماد بن سلمۃ، عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: والذی نفسی بیدہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ۔۔۔۔

(مستدرک حاکم ج1 ص 381،380)

وقال حاکم ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ وقال الذھبی: علی شرط مسلم۔۔

16)حدثنا یزید بن ھارون اخبرنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی
ھریرة قال ان المیت یسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ مدبرین۔۔۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ج3 ص383) وبمثلہ عبدالرزاق ج3ص657)

## حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

17)عثمان بن ابی شیبة نا جریر ح وحدثنا ھناد بن السری قال نا ابو
معاویة وھذا لفظ ھناد عن اعمش عن المنھال عن زاذان عن البراء بن
عازب.......... وقال انہ یسمع خفق نعالھم

(ابوداود ض2ص306) وقال البانی صحیح، صحیح ابوداود المجلد الثالث ص166)

18)عبدالرزاق عن معمر عن یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو عن
زاذان عن البراء۔۔۔۔

(مسند احمد ج4 ص296،295، مصنف عب الرزاق ج3 ص582،580)

19)محمد بن حمید الرازی حدثنا الحکم بن بشیر حدثنا عمرو بن قیس
الملائی وعن یونس بن خباب عن المنھال بن عمرو۔۔۔

(تہذیب الآثار طبری ج3ص246الی2447، مسند عمر بن الخطاب)

## حدیث عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

20)حدثنا ابو الزنباع الروح بن الفرح، ثنا یحیی بن سلیمان الجعفی، ثنا محمد بن فضیل، ثنا مسلم الضبی عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان الميت اذا دفن سمع خفق نعالهم اذا ولوا عنه منصرفين۔

المعجم الکبیر ج11 ص87 الرقم 11135، وقال فی مجمع الزوائد ج6 ص54، و رجالہ ثقات۔

## حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

21)حدثني محمد بن عوف بن سفيان الطائي، حدثنا محمد بن عمران بن محمد بن ابی لیلی، حدثنی ابی، حدثنی ابن ابی لیلی عن عطاء عن جابر...... فيسمع خفق نعالهم حين يولون مدبرين...

تهذیب الاثار للطبری مسند عمر بن الخطاب الرقم:731

یہ حدیث اگر متواتر نہ ہو تو خبر مشہور سے کم بھی نہیں چنانچہ حافظ ابن ھمام نے مشائخ احناف متاخرین پر اس سے اشکال وارد کیا ہے اور ان کی طرف سے جوجواب دیا ہےاسکی کی کمزوری کی طرف خود اللھم الا سے اشارہ کردیا ہے۔

"ويشكل عليهم ما في مسلم ان الميت يسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اللهم الا ان يخصوا ذلك بأول الوضع في القبر مقدمة للسوال جمعا بينة

ویبن الاٰیتین......"

(یہ عبارت فتح القدیر کی جلد ۱ ص ۲۸۳۱ و ج۲ ص ۵۴ کتاب الجنائز میں مذکور ہے۔)

ترجمہ:۔لیکن ان پراشکال ہے اس حدیث سے جو صحیح مسلم میں وارد ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس ہوتے ہیں۔میت ان کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ اللھم الا مگر(کمزور جواب یہ ہے کہ) یہ مشائخ ان کو خاص کریں قبر میں اول الوضع کیساتھ تاکہ میت فرشتوں کے سوال کا جواب دے سکیں۔ تاکہ ان دو آیت مذکورہ اور حدیث کے درمیان موافقت ہوجاوے۔

## اللھم الا سے اشارہ جواب کے ضعف کی طرف ہوتا ہے

چناچہ صاحب ندائے حق علامہ نیلوی لکھتا ہے

"یہی وجہ ہے کہ صاحب فتح القدیر حافظ ابن ہمام نے سوال کو استشکل کے عنوان سے بیان فرمایا اور اس اشکال کے جواب کو اللھم الا کے لفظ سے شروع فرمایا اور اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ شراح وغیرہ اس موقع پر اللھم الا کے عنوان کیساتھ جواب شروع کرتے ہیں جہاں جواب کے ضعف اور نا تمام ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے"۔۔۔( ندائے حق جلد اول ص242)

مولانا رشید احمد گنگوہی جن کا عام اموات میں رجحان عدم سماع کی طرف ہے اس نے
یسمع کو صیغہ مجھول قرار دیا مگر اس کے باوجود لطائف رشیدیہ میں فرماتے ہیں:

"پس احادیث میں تاویل میں مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب
قوی ہے۔۔۔"(لطائف رشیدیہ ص15)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات بھی ان روایات کو فرمان رسول سمجھتے ہیں اس
لئے تو اپنے اجتہاد کے موافق تطبیق کرتے ہیں اور قائلین سماع کے مذھب کو بھی
قوی سمجھتے ہیں۔۔ مماتیوں سے پہلے منکرین سماع میں سے کسی معتبر سنی عالم، مفسر،
محدث عام اس سے کہ وہ شافعی ہو یا حنفی، مالکی ہو یا حنبلی کسی نے ان روایات کو
گپ نہیں کہا ان کو گپ کہنا ملحدین کا شیوہ ہے۔

جو حنفی حضرات سماع موتیٰ کے قائلین ہیں ان کے نزدیک تو قرآن اور ان صحیح
احادیث میں کوئی منافات نہیں
چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

اقول والحدیث المتفق علیہ لا یصح ان یکون مردودا لا سیما
ولا منافاۃ بینہ وبین القرآن فان المراد من الموتیٰ الکفار مرقاۃ شرح
مشکوۃ ج8 ص11)

ترجمہ:۔ میں ( ملا علی قاری )کہتا ہوں کہ حدیث جو بالاتفاق صحیح ہو وہ
مردود نہیں ہوسکتی خاص کر جب کہ قرآن مجید اور حدیث میں کوئی منافات
نہیں کیونکہ موتی سے مراد کفار ہیں۔

یہ بحث منظور نہیں ہے اگرچہ اس طرف کثرت سے علماء کرام گئے ہیں اور خود ان کو بھی اس
اشکال کے حل صحیح اور تام نہ ہونے اور ضعیف ہونے کا اعتراف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب فتح وتحریر
علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے سوال کو استشکال کے عنوان سے بیان فرمایا اور اس اشکال کے جواب
کو اللّٰھم الا کے لفظ سے شروع فرمایا اور اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ شراح وغیرہ اسی موقع
پر اللّٰھم الا کے عنوان کے ساتھ جواب شروع کرتے ہیں جہاں جواب کے ضعف اور ناتمام
ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے ایک دو مقام بطور نمونہ پیش خدمت ہیں، غلام
یحییٰ نے حاشیہ زاہدیہ بر رسالہ قطبیہ ص۱۵ کے اللّٰھم الا کے عنوان کے ساتھ جواب دینے
میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے۔ اسی طرح سلم العلوم کی
شرح ص۴۸ میں ملا حسن نے ایک سوال کا جواب اللّٰھم الا کے ساتھ دیا۔ محشی نے ص۴۸
میں کہا قولہ، اللّٰھم الا اشارۃ الی الضعف۔ اسی طرح مختصر المعانی ص۱۹ میں علامہ تفتازانیؒ
نے ایک سوال کا جواب اللّٰھم الا کے ساتھ شروع کیا علامہ یعقوب البنانیؒ نے تجرید البنانی
ص۷ میں فرمایا قد جرت العادۃ باستعمال ہذا اللفظ فی ما فی ثبوتہ ضعف وکانہ یستعان
فی اثباتہ باللہ تعالیٰ۔ یعنی علماء کرام کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ جس چیز کے ثبوت میں ضعف
ہو وہاں اللّٰھم الا کا لفظ استعمال فرماتے ہیں۔ ان کا مطلب گویا یہ ہوتا ہے کہ اس جواب کے اثبات
میں اللہ تعالیٰ کی اعانت کی اشد ضرورت ہے۔

# قائلین سماع موتی کافر نہیں ایک فرقہ تکفیر کرنے والوں کا بھی موجود ہے نیلوی صاحب

اہل اشاعت کے محقق علامہ نیلوی کے نزدیک سماع موتی کے قائلین کافر نہیں ۔۔۔
اس نے لکھا ہے :

" عام غیر مخصوص منہ البعض ہم حنفیہ کے نزدیک گو خاص کی طرح قطعی ہے مگر الشافعیہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو قطعی نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں :ان من عام وقد خص منہ البعض۔ ہر عام مخصوص منہ البعض ہوتا ہے اور مخصوص منہ البعض ظنی ہوتا ہے ۔ اس لئےان کے نزدیک قطعی نہ ہوا۔ پس یہ اختلاف مجتہدین قول بالکفر سے مانع ہے"۔۔

ندائے حق جلد دوم ص256

نوٹ:۔ اہل اشاعت کے کتب میں سماع اہل قلیب بدر اور سماع خفق النعال بھی آیت سے خاص مانا گیا ہے جیسے کہ انہوں نے ان احادیث کے جوابات میں نقل کیے ہیں۔۔ معلوم ہوا کہ خود ان کے ہاں نص عام مخصوص منہ البعض ہے جو بالاتفاق حنفیہ وشافعیہ ظنی ہوتا ہے۔۔

علامہ نیلوی آگے ایک فرقہ کا ذکر کرتا ہے کہ نیلوی کو اس فرقے کا فرد سمجھنا درست نہیں۔۔۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

" جیسے آج کل قائلین سماع موتیٰ کو کافر ومشرک کہنے والا فرقہ بھی پیدا ہوگیا ہے اور ہمارے محترم نے نیلوی کو اس کا ایک فرد سمجھ کر رکھا ہے"

نداء حق جلد دوم ص256

نوٹ:۔ اہل اشاعت کو اپنے محقق پر اعتماد کرنا چاہئے اور تکفیریوں سے اعلان براء ت کرنا چاہیئے۔۔

الیاس علی شاہ

الحاصل بعد از وفات عدم سماع کی دلیل دلالۃ النص کے ذریعے جو اہل حق بیان کرتے ہیں وہ قطعی ہے
اسمیں کسی طرح کا شک نہیں پھر اس دلالۃ قطعیہ کو قیاس فاسد مردود اور عقلی ڈھکوسلے کہنا (جیسے صاحب
تسکین نے کہا ہے) محض ہٹ دھرمی سینہ زوری تہکم اور اپنے علم پر بدنما داغ لگانا ہے" انتہی الی قدر الحاجۃ
یہ تھا اس جواب کا حاصل جو ندائے حق میں چھپا تھا

انصاف اور علم کا تقاضا تو یہ تھا کہ میرے اس جواب کا جواب امانۃ دیانۃ احسن طریقہ کے ساتھ سپرد قلم
فرماتے۔ مگر آپ نے اس سوال کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ یہی سوچا ہوگا کہ ایک مجذوب کی بڑ ہے
مجذوبا ! اگر یہ مجذوب کی بڑ تھی تو صرف یہی بحث تو مجذوب کی بڑ نہ تھی بلکہ ساری ندائے حق
اور شفاء الصدور مجذوب کی بڑ تھی۔ پھر آپ نے ان کی تردید میں وقت اور پیسہ کیوں ضائع کیا،
اور اگر یہ خیال مبارک میں ہو کہ عوام ان کتابوں کو دیکھ کر بدراہ نہ ہو جائیں اس وجہ سے دوبارہ
تسکین الصدور لکھی اور سماع الموتی تالیف کی مگر مجذوبا اگر عوام کے بدراہ ہونے کا خطرہ ہے تو خواص
اور علماء بھی یہ مضمون پڑھ کر بدراہ نہ سہی تردد میں ضرور پڑ جائیں گے۔ اس لئے اس کی تردید ضروری تھی
تاکہ خواص کا تردد زائل ہو جاتا اور ایک مجذوب کی بڑ کی وجہ سے جو اشکال پیدا ہوا وہ جاتا رہتا۔

## ایک وہم کا ازالہ

اگر کسی کو وہم ہو کہ نص قطعی سے جب عدم سماع ہو گیا تو اس شخص کو کافر کہنا چاہیے جو سماع کا
قائل ہو کیونکہ نص قطعی کا منکر تو کافر ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کفر کا فتویٰ اس لئے نہیں لگاتے
کہ عام غیر مخصوص منہ البعض ہم حنفیہ کے نزدیک گو خاص کی طرح قطعی ہے مگر شافعیہ عام غیر مخصوص منہ
البعض کو قطعی نہیں مانتے ہیں بلکہ کہتے ہیں ان من عام الا وقد خص منہ البعض۔ ہر عام مخصوص منہ البعض
ہوتا ہے اور مخصوص منہ البعض ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کے نزدیک قطعی نہ ہوا۔
پس یہ اختلاف مجتہدین قول بالکفر سے مانع ہے

جیسے آج کل قائلین سماع موتی کو کافر اور مشرک کہنے والا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے اور ہمارے محترم مولانا
نے بھی نیلوی کو اسی کا ایک فرد سمجھ کر لکھا ہے

# کیا علماءِ حرمین شریفین مماتی ہیں؟

مماتی حضرات جو اہل حرمین کے فتاوی اپنے بچاو کے لئے پیش کرتے ہیں
آج ہم ان کا عقیدہ حیات برزخی نقل کرتے ہیں۔۔ مماتی اس کو غور سے دیکھ لیں کیا
مماتی حضرات ان سے متفق ہیں؟

1)۔۔ وہ زمین اور قبر میں اعادہ روح کے قائل ہیں۔

(فتاوی الجنة الدائمة للبحوث العلمیه والافتاء، المجوعة الثانية المجلد السابع

ص۳۰۷،۳۰۶،۳۰۵)

2)۔۔۔ وہ عذاب القبر اور نعیم القبر کا تعلق روح اور جسد (عنصری) دونوں
سے مانتے ہیں۔۔ اور اس کو من اصول اهل السنة میں سمجھتے ہیں۔

(فتاوی الجنة الدائمة للبحوث العلمیه والافتاء، المجوعة الثانية المجلد السابع

ص۳۰۷،۳۰۶،۳۰۵)

الاصل ان اجساد الاموات فی الارض و الروح فی مقرها فی نعیم او عذاب
،ولها اتصال بالجسد۔

(فتاوی الجنة الدائمة للبحوث العلمیہ والافتاء، المجوعة الثانیة، المجلد

الثانی ص ۴۸۱)

ترجمہ:۔ اصل یہ ہے کہ اموات کے اجسام قبر میں ہے اور روح اپنے مستقر میں ہے اور جسد کے ساتھ روح کا اتصال ہے۔۔

عذاب القبر حسی بالنسبة للمعذب، وان کان الاحیاء ممن فی الدنیا لایشاهدونه، وهو للروح والجسد جمیعا، کما یدل علی ذلك ظاهر النصوص من الکتاب والسنة۔

(فتاوی الجنة الدائمة للبحوث العلمیہ والافتاء، المجوعة الثانیة، المجلد الثانی ص ۴۷۷)

ترجمہ:۔ عذاب قبر معذب کے نسبت سے حسی ہے اگر چہ دنیا میں زندہ لوگ اس کا مشاہدہ نہیں کرتے ، اور یہ روح اور جسد دونوں کے لئے ہے جیسا کہ اس پر کتاب وسنت کے ظاہر نصوص دلالت کرتی ہیں۔

**نوٹ:۔**

بعض اکابر (جیسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی) کی عبارات میں حیات الانبیاء کے متعلق حسی کا لفظ وارد ہے ہمارے ہاں اس کا بھی یہی معنی ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام کے حق میں حسی ہے نہ دنیا والے کے لئے حسی اور محسوس ہونی والی ہے۔

ومن اصول اهل السنة والجماعة ان النعيم والعذاب للروح والبدن تابع له فی دار البرزخ۔

( فتاوی الجنة الدائمة للبحوث العلمیه والافتاء، المجوعة الثانیة، المجلد الثانی ص ۴۸۰،۴۷۹ )

ترجمہ:۔ اور اہل السنت والجماعت کے اصول میں سے ہیں کہ نعیم اور عذاب روح کو ہے اور دارِ برزخ میں جسم اس کا تابع ہے۔

3۔۔) وہ جنت اور رفیق اعلیٰ میں ارواح انبیاء علیہم السلام کی حیات کیساتھ ساتھ قبور فی الارض میں اجساد کے حیات برزخی کے قائل ہیں۔

ان اللہ حرم اجساد الانبیاء والرسل علی الارض ان تاکلھا، فھی باقیة کما ھی، وھم احیاء فی قبورھم حیاة برزخیة اللہ اعلم بکیفیتھا، ولیست کحیاتھم فی الدنیا، وارواحھم فی الجنة وھکذا ارواح المؤمنین وروح نبینا محمد فی الرفیق الاعلیٰ فی الجنة۔

(فتاوی الجنة الدائمة للبحوث العلمیه والافتاء، المجوعة الثانیة، المجلد الثانی ص ۴۴۳)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ نے انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کے اجساد کو زمین پر حرام کئے ہیں کہ ان کو کھائے پس وہ اپنی ( سلامتی والی) حالت پر باقی ہیں، وہ اپنے قبروں میں حیات برزخی کیساتھ زندہ ہے جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ایسی زندگی نہیں جیسے دنیا میں( ظاہری) حیات تھی۔ اور ان کے ارواح جنت میں ہیں اور اسی طرح مومنین کے ارواح ہیں اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح رفیق اعلی میں جنت میں ہیں۔

**نوٹ:۔**

علمائے دیوبند میں سے جن حضرات نے اس کو دنیویۃ برزخیۃ کہا ان کا بھی معنی یہی ہے کہ دنیوی اجساد حیات برزخی سے موصوف ہیں۔

4۔۔) وہ فی الجملہ اموات(اجساد) کے سماع برزخی کے بھی قائل ہیں۔۔ جیسے سماع اہل قلیب بدر، سماع خفق النعال، سوال ملائک کا سننا وغیرھا۔

واما ما جاء فی(الصحیحین) عن المیت اذا وضع فی قبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:"انہ یسمع خفق نعالھم حین یولون عنہ" وما قالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقتلی یوم بدر من المشرکین عندما سحبوا والقی بھم فی قلیب بدر. فقال لھم:"ھل وجدتم ماوعدکم ربکم حقا"؟ وقال:"انھم لیسمعون الآن ما اقول لھم". مثل سماع المیت للمکین عندما یوضع فی قبرہ فیسئلانہ عن دینیہ ونبیہ۔۔الخ، ونحو ذلك ماوردبہ الشرع فان المیت یسمعہ سماعا برزخیا اللہ اعلم بکیفیتہ ..................... واما ماورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال:: ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علیہ روحی حتی ارد علیہ السلام" فذلك خاص بہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(فتاوی الجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ والافتاء، المجوعۃ الثانیۃ، المجلد الثانی ۴۵۷،۴۵۶)

نوٹ:۔ اس فتوی سے معلوم ہوا کہ وہ عند القبر بلاواسطہ اور بواسطہ ملائکہ سماع فی القبور فی الجملہ کے قائل ہیں۔

المجموعة الثانية

جمع وترتيب

أحمد بن عبد الرزاق الدويش

المجلد السابع

الفقه (الصلاة ٢٠)

طبع ونشر
الرئاسة العامة للبحوث العلمية والإفتاء
الإدارة العامة لمراجعة المطبوعات الدينية
الرياض - المملكة العربية السعودية
وقف لله تعالى

الطبعة الأولى
١٤٢٨هـ-٢٠٠٧م



لما أخرج مالك في (الموطأ) أن أبا بكر رضي الله عنه، أوصى أن تغسله امرأته أسماء ولما روى الإمام أحمد عن عائشة رضي الله عنها قالت: (لو استقبلت من أمري ما استدبرت ما غسل رسول الله ﷺ إلا نساؤه)، وروى ابن المنذر أن عليًّا رضي الله عنه غسل زوجته فاطمة رضي الله عنها، ولما روى سعيد أن جابرًا وعبدالرحمن بن الأسود أوصيا امرأتيهما أن تغسلاهما، ولقوله ﷺ لعائشة رضي الله عنها: «لو مت قبلي لغسلتك» رواه أحمد وابن ماجه وصححه ابن حبان.

س٨: هل بخروج الروح من جسم الإنسان يصعد هذا الروح إلى السماء وبعبارة أخرى إلى أين يذهب هذا الروح بعد خروجه من جسم الإنسان؟

وهل أن الروح يعذب وحده أو يعاد الروح إلى جسم الإنسان ليعذب الإنسان روحًا وجسدًا؟

وهل يعذب الإنسان في القبر إلى يوم القيامة أو يعذب في حياته البرزخية مدة معينة ثم يترك حسابه النهائي إلى يوم القيامة أو متى شاء الله ليعذبه بعد رد الروح ومن لم عذبه في القبر؟

ومن أي الذنوب يعذب الإنسان في القبر، وإذا عذب الإنسان في القبر عن ذنب ارتكبه في الدنيا سيعذب ثانية يوم القيامة عن عين الذنب – نفس الذنب – الذي عذب من أجله في

القبر، ثم أن عذاب القبر يختلف عن عذاب يوم القيامة؟ أفيدونا أفادكم الله.

وخلاصة القول: ما هو مصير هذه الروح بعد موت الإنسان، وما هو المكان الذي يستقر فيه هذه الروح، وما هي الأدلة الثابتة من القرآن والسنة على عذاب القبر وكيفيته، أخبرونا لنا مفصلة أجركم الله لأن كثيراً ما يعرض الإنسان هذا السؤال مصير الإنسان في القبر في حياته البرزخية.

هل خروج الروح من الإنسان يقع تحت طائلة السؤال حتى ولو لم يدفن في القبر لم لابد من وضعه في القبر، لأنه قد يموت الإنسان في صحراء لوحده دون أن يكون هناك شخص ليقوم بدفنه وتكفينه أو شخص تأكله الوحوش الكاسرة كالأسد والنمر.. إلخ، أو يغرق في البحر فيكون فريسة لحيتان البحر، أو يحرق فيصبح رماداً، وكيف يكون سؤال مثل أولئك الأشخاص الذين يموتون هكذا أو تصليبهم أو أن الأشخاص الذين يموتون بهذا الشكل ليس عليهم سؤال وجواب؟

كثيراً نسمع بأن النور خرج من القبر الفلاني أو نار من القبر الفلاني وبعض الأشخاص يقولون: إننا سمعنا صوت صياح صاحب القبر الفلاني من شدة العذاب، هم يفسرونه هكذا، ما حكم الشرع في صحة ذلك؟ أفيدونا أفادكم الله.





ج٨: عند مفارقة الروح للجسد فإن روح المؤمن تصعد إلى السماء ويشيعها من كل سماء مقربوها حتى تصل إلى السماء السابعة، فيقول الله تعالى: ردوها إلى الأرض فإني منها خلقتهم وفيها أعيدهم ومنها أخرجهم تارة أخرى، وتعاد روحه إلى جسده فيأتيه ملكان فيجلسانه، فيقولان له: من ربك؟ فيقول: ربي الله، فيقولان له: ما دينك؟ فيقول: ديني الإسلام، فيقولان له: ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول: هو رسول الله، فيقولان له: ما علمك؟ فيقول قرأت كتاب الله فآمنت به وصدقت، فينادي مناد من السماء: أن صدق عبدي فافرشوه من الجنة، وافتحوا له باباً إلى الجنة، قال: فيأتيه من روحها وطيبها، ويفسح له في قبره مد بصره.

قال: ويأتيه رجل حسن الوجه حسن الثياب طيب الريح، فيقول: أبشر بالذي يسرك، هذا يومك الذي كنت توعد، فيقول له: من أنت؟ فوجهك الوجه الذي يجيء بالخير، فيقول: أنا عملك الصالح، فيقول: يا رب أقم الساعة حتى أرجع إلى أهلي ومالي.

وأما روح الكافر فإن روحه تصعد إلى السماء ثم تغلق دونها أبواب السماء وتعاد إلى الأرض، وتعاد روحه إلى جسده، ويأتيه ملكان فيجلسانه، فيقولان له: من ربك؟ فيقول: هاه هاه لا أدري، فيقولان له: ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول: هاه هاه لا أدري، فينادي مناد من السماء: أن كذب عبدي فافرشوه من

النار، وافتحوا له باباً إلى النار، فيأتيه من حرها وسمومها ويضيق عليه قبره حتى تختلف أضلاعه، ويأتيه رجل قبيح الوجه قبيح الثياب منتن الريح، فيقول: أبشر بالذي يسوؤك، هذا يومك الذي كنت توعد، فيقول: من أنت؟ فوجهك الوجه الذي يجيء بالشر، فيقول: أنا عملك الخبيث، فيقول رب لا تقم الساعة. رواه الإمام أحمد وأبو داود والنسائي وغيرهم.

وثبت عن النبي ﷺ أن أرواح المؤمنين تسرح في الجنة حيث شاءت في صورة طيور تعلق بشجر الجنة حتى ترد إلى أجسادها يوم القيامة، وأما أرواح الشهداء فتحل في أجواف طير خضر تسرح في الجنة حيث شاءت، ثم تأوي إلى قناديل معلقة تحت العرش.

وعذاب القبر ونعيمه حق كما دل عليه الحديث المذكور وغيره من الأحاديث الصحيحة، وقال تعالى في آل فرعون: ﴿ٱلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا۟ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ﴾[1].

وقد أمر النبي ﷺ بالاستعاذة من عذاب القبر بعد التشهد، فقال: «إذا تشهد أحدكم فليستعذ بالله من أربع، يقول: اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر، ومن فتنة المحيا

(١) سورة غافر، الآية ٤٦.





والممات، ومن فتنة المسيح الدجال» وعذاب القبر يكون للروح والجسد، وهكذا نعيم القبر للروح والجسد.

س١٢: هل من السنة إزالة شعر العانة للميت، أي الفرج وما حوله للأنثى، وكذلك ما حول الذكر بالنسبة للذكور وشعر ما تحت الإبطين، أم لا يجوز إزالتها حتى ولو كان كثيفاً ويترك كما هو، حيث سمعت بأنه من المتعارف عليه إزالة الشعر في الأماكن التي ذكرتها من جسم الميت وكذلك غسلها. أفيدونا بالجواب الصحيح أثابكم الله.

ج١٢: الواجب ستر العورة للإنسان سواء كان حياً أو ميتاً ذكراً أم أنثى، ولا يشرع حلق عانة الميت؛ لأنه يترتب عليه كشف العورة بلا حاجة، وهكذا لا يشرع نتف إبطه لعدم الدليل على ذلك.

وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

| عضو | عضو | عضو | عضو | الرئيس |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| بكر أبو زيد | عبد العزيز آل الشيخ | صالح الفوزان | عبد الله بن غديان | عبد العزيز بن عبد الله بن باز |

الفتوى رقم (١٨٦٦٦)

س: شاع في بلدنا عند الانتهاء من دفن الميت أن لا يقفوا حول القبر ويدعوا له بالثبات كما في السنة بل يبتعدون عن القبر ويدعون له ما حكم هذه الظاهرة في شرعنا الحكيم؟

وهل يجوز المشي بالنعال أو الأحذية بين القبور مع العلم أن

# أهل البرزخ

الفتوى رقم (١٨٠٩٦)

س: أود من سماحتكم أن توضحوا لي ما قد التبس عليّ فيما يلي: ثبت في الأحاديث الصحيحة أن ابن آدم عندما يتوفى تخرج روحه إلى السماء، فتعرف مقعدها في الجنة أم النار، ثم تعود إلى الجسد وتبقى فيه إلى يوم الحساب.

كما ثبت في الأحاديث الصحيحة أنه عندما عُرج بالرسول ﷺ إلى السماء في حادثة الإسراء والمعراج شاهد أناساً في الجنة، كما شاهد أناساً في النار، وقد وُصف لنا ما شاهد رأي العين فكيف يتم التوفيق ما بين هذه الأحاديث؟ وجزاكم الله خيراً.

ج: الأصل أن أجساد الأموات في الأرض والروح في مقرها في نعيم أو عذاب، ولها اتصال بالجسد.

وما رآه الرسول ﷺ فهذه كرامة من الله لنبيه، حيث جعلت الأرواح له في صورة أجساد، فقد رأى آدم وإبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام، كما رأى في صلاة الكسوف عمرو بن لحي يجر قصبه في النار، وأخبر عن المرأة التي حبست الهرة حتى ماتت جوعاً أنها تُعذب في النار.

## عذاب القبر

السؤال الخامس من الفتوى رقم (١٠٧١٩)

س٥: ما عذاب القبر، وهل هو حسي أم معنوي، والعذاب للروح والجسد أم إحداهما؟

ج٥: عذاب القبر حسي بالنسبة للمعذب، وإن كان الأحياء ممن في الدنيا لا يشاهدونه، وهو للروح والجسد جميعاً، كما يدل على ذلك ظاهر النصوص من الكتاب والسنة، قال الله تعالى: ﴿ٱلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا۟ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ﴾[1].

وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

| عضو | نائب الرئيس | الرئيس |
|---|---|---|
| عبدالله بن غديان | عبدالرزاق عفيفي | عبدالعزيز بن عبدالله بن باز |

السؤال الأول من الفتوى رقم (١١٣٦٥)

س١: ما هو السؤال الذي يلقى على الميت عند دخوله القبر؟

ج١: تواترت الأحاديث الصحيحة مؤكدة سؤال الملكين للميت بعد دفنه عن بعض اعتقاداته، ففي (صحيح البخاري

(١) سورة غافر، الآية ٤٦.

الفتوى رقم (١٣٠٥٩)

س: يقول الرسول الكريم ﷺ: «والقبر إما روضة من رياض الجنة، وإما حفرة من حفر النار» فإذا كان الإنسان من أهل الجنة، أو من أهل النار، نرى في جميع الأحوال أن الجسد يأكله الدود وتأكله الأرض، وأن حديث رسولنا الكريم أن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء، فهل هذا بالنسبة للأنبياء؟ فلو كان الإنسان من أهل الجنة هل تأكل الأرض جسده أم يكون مثل ما هو ويتنعم بريح الجنة؟ نرجو توضيح ذلك.

ج: ثبت أن النبي ﷺ قال: «إن أحدكم إذا مات عُرض عليه مقعده بالغداة والعشي، إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة، وإن كان من أهل النار، فيقال: هذا مقعدك حتى يبعثك الله إلى





القيامة»(١) وهذا لفظ البخاري. ومن أصول أهل السنة والجماعة أن النعيم والعذاب يكون للروح، والبدن تابع له في دار البرزخ، وأن التنعيم والتعذيب يحصل على الإنسان بقي جسده أم عدم، وكيفية ذلك لا نعلمها؛ لأنها من الأمور الغيبية التي لم نطلع عليها، فيجب علينا الإيمان بذلك؛ لما ورد في ذلك من الأدلة الشرعية من الكتاب والسنة وإجماع الأمة.

وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

| عضو | نائب الرئيس | الرئيس |
|---|---|---|
| عبدالله بن غديان | عبدالرزاق عفيفي | عبدالعزيز بن عبدالله بن باز |

السؤال الثاني من الفتوى رقم (٢٠٨٤٥)

س٢: فضيلة الشيخ إن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام يقال: إنهم يسمعون ويبصرون بعد موتهم وهذا الكلام له حجة أم لا؟ أفيدوني جزاكم الله خيراً.

ج٢: الأموات عموماً بما فيهم الأنبياء عليهم السلام لا يسمعون من يناديهم سماع قبول وامتثال فلا يمكنه إجابة الداعي، ولا امتثال ما أمر به أو نهي عنه، وهذا هو الذي نفاه الله بقوله تعالى: ﴿ فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ ٱلْمَوْتَىٰ ﴾[1]، أما ما جاء في (الصحيحين) عن الميت إذا وُضع في قبره، أن النبي ﷺ قال: «إنه يسمع خفق نعالهم حين يولون عنه»[2]، وما قاله النبي ﷺ لقتلى يوم بدر من المشركين عندما سحبوا، وألقي بهم في قليب بدر، فقال لهم: «هل وجدتم ما وعدكم ربكم حقاً؟» وقال: «إنهم يسمعون الآن ما أقول»، ومثل سماع الميت للملكين عندما يوضع

(١) سورة الروم الآية ٥٢.
(٢) رواه من حديث أنس رضي الله عنه: أحمد ٣/١٢٦، ٢٣٣، والبخاري ٢/٩٢، ٩٩، ١٠٢، ومسلم ٤/٢٢٠٠-٢٢٠١ برقم (٢٨٧٠)، وأبو داود ٣/٥٥٦ برقم (٣٢٣١)، والنسائي ٤/٩٦-٩٧ برقم (٢٠٤٩-٢٠٥١)، وابن حبان ٧/٣٩٠ برقم (٣١٢٠).





في قبره، فيسألانه عن دينه ونبيه.. إلخ، ونحو ذلك مما ورد به الشرع، فإن الميت يسمعه سماعاً برزخياً الله أعلم بكيفيته، وليس سماعاً دائماً للميت، بل في هذه الحالات الخاصة، وليس سماعه كسماعه في الحياة الدنيا، بل هو خاص بأحوال البرزخ، ولا يعلم كيفية ذلك إلا الله ولا يترتب على هذا السمع نفع للميت أو ضره للحي، إذ لا يقدر على ذلك إلا الله سبحانه، وأما ما ورد عن النبي ﷺ أنه قال: «ما من أحد يسلم عليّ إلا رد الله عليّ روحي حتى أرد عليه السلام» فذلك خاص به ﷺ ولا يترتب على ذلك نفع للنبي ﷺ للحي ولا ضره إلا ما يحصل من الثواب من الله سبحانه لمن صلى وسلم عليه ﷺ، ولا يطلب منه ﷺ في قبره ما يطلب منه في الدنيا من قضاء الحاجات وحل المشكلات؛ لأن الصحابة رضي الله عنهم ما كانوا يطلبون منه ذلك لعلمهم أنه لا يجوز.

وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

| عضو | عضو | الرئيس |
| --- | --- | --- |
| بكر أبو زيد | صالح الفوزان | عبد العزيز بن عبد الله آل الشيخ |

السؤال الأول من الفتوى رقم (٢٠٤٨٢)

س١: كثيراً ما يتردد على ألسنة بعض الخطباء الوعاظ في وصف المصطفى عليه الصلاة والسلام أنه (كاشف الغمة)، فهل